قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 26/ نومبر 2022ء | 1/ جمادی الاول 1444 ہجری قمری | 26/ نبوت 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 259

ارشادِ باری تعالیٰ

وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۴﴾

(حٰمٓ السجدۃ: 34)

ترجمہ: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجا لائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک مومن کو، ایک عمدہ ترین بات کہنے والے کو بھی اعلیٰ نمونہ دکھانے والے کے معیار اس وقت حاصل ہوں گے اور نتیجہ خیز ہوں گے جب وہ یہ اعلان بھی کرے کہ مَیں فرمانبردار ہوتا ہوں۔ مَیں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کی کامل فرمانبرداری اور اطاعت کرتا ہوں اور ہم احمدیوں کے لئے یہ معیار جو کامل فرمانبرداری کے ہیں تبھی قائم ہوں گے، ہماری تبلیغ تبھی کامیاب ہو گی اور ہماری نیکیاں تبھی عملِ صالح کہلائیں گی جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نظام خلافت کی بھی پوری اطاعت کرنے والے ہوں گے اور خلافت کے زیر انتظام جو نظام ہے اس سے بھی تعاون کرنے والے ہوں گے۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی کوششوں میں برکت تبھی پڑے گی جب جماعت کا ہر فرد اور ہر عہدیدار بھی، ہر کارکن بھی اور ہر مربی بھی نظام کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والا ہو گا۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے اور ان وعدوں کے مطابق بھیجا ہے کہ جن کاموں کی تکمیل آپ کے سپرد ہے وہ ان شاء اللہ پورے ہونے ہیں۔ کچھ تو آپ کی زندگی میں پورے ہوئے اور کچھ آپ علیہ السلام کی زندگی کے بعد پورے ہونے تھے اور ہو رہے ہیں اور آپ کے ذریعہ سے اسلام کا پیغام بھی دنیا کے کونے کونے میں پہنچ رہا ہے اور آہستہ آہستہ پاک دل احمدیت اور اسلام کی آغوش میں آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو جن مقاصد کے لئے بھیجتا ہے ان کو پورا فرماتا ہے۔

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 20/ اپریل 2018ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اس کو ہدایت پر چلنے والوں کا بھی ثواب ملے گا اور چلنے والوں کا ثواب کچھ کم نہ ہو گا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے اس کو گناہ پر چلنے والوں کا بھی گناہ ہو گا اور چلنے والوں کا گناہ کچھ کم نہ ہو گا۔

(صحیح مسلم کتاب العلم باب مَنۡ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً وَمَنۡ دَعَا إِلَى هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ 6804)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

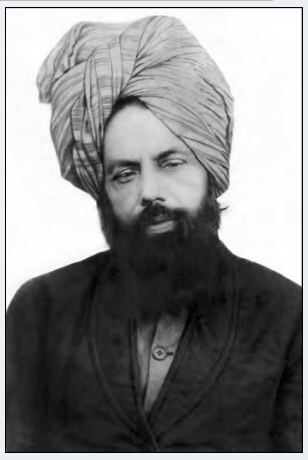

- اب وقت تنگ ہے میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے، یہ آخری زمانہ ہے۔ اللہ تعالےٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔ اس وقت صدق و وفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقع دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آ کر ختم ہو جاتی ہیں اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی موقع نہ ہو گا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھو دے۔

نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے بلکہ کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو کہ وہ تمہیں صادق بنا دے۔ اس میں کاہلی اور سُستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہو جاؤ اور اس تعلیم پر جو میں پیش کر چکا ہوں۔ عمل کرنے کے لئے کوشش کرو اور اس راہ پر چلو جو میں نے پیش کی ہے۔ عبد اللطیف کے نمونہ کو ہمیشہ مدنظر رکھو کہ اس سے کس طرح پر صادقوں اور وفاداروں کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ یہ نمونہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے پیش کیا ہے۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 263-264 ایڈیشن 1984ء)

ایک ضروری اعلان

ادارہ الفضل آن لائن کو بعض رپورٹس انگریزی زبان میں موصول ہوتی ہیں جو اردو زبان میں ترجمہ کر کے الفضل کی زینت بنتی اور قارئین کے ایمانوں کو جلا اور دلوں کو گرمانے کا موجب بنتی ہیں۔

آپ تمام دوست و خواتین میں سے بعض ایسے ہوں گے جن کو اللہ تعالی نے انگریزی سے اردو ترجمہ کرنے کی صلاحیتوں اور استعدادوں سے نواز رکھا ہے۔ ایسے دوست و خواتین جو اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر الفضل آن لائین کے لئے خدمت بجالانے کی سعادت پانا چاہتے ہیں وہ اپنے نام مع واٹس ایپ فون اور ای میل ایڈریس editor@alfazlonline.org یا واٹس ایپ نمبر 00447376159966 پر آج ہی مطلع فرمائیں۔

اس ضمن میں یہ بھی عرض ہے کہ اگر آپ کے کوئی عزیز یا دوست یہ خدمت برضا و رغبت ادا کرنا چاہیں تو ان کے نام بھی بھجوائے جاسکتے ہیں۔ الفضل میں یہ رپورٹس مترجم کے نام کے ساتھ طبع ہوں گی اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی خدمت میں یہ تمام نام بغرض دعا پیش کئے جائیں گے۔

ان شاء اللہ۔ کان اللہ معکم و ایدکم

(ایڈیٹر الفضل آن لائن)

اس شمارہ میں

- نعت رسول مقبولؐ (منظوم)
- ریگستان کا سفر
- دلچسپ و مفید واقعات و حکایات
- اسلامی سال کا پانچواں قمری مہینہ
- اپنے جائزے لیں
- انسانی ارتقاء کا قرآنی تصور

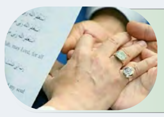

دربارِ خلافت

عملی حالت کی روک میں عادت کا بہت بڑا دخل ہے

بسا اوقات انسان کو بیوی بچوں کی تکالیف عملی طور پر ابتلا میں ڈال دیتی ہیں

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ایک واقعہ ہے کہ ایک صاحب کو گالی دینے کی، ہر وقت گالی دینے کی، ہر بات پر گالی دینے کی عادت تھی اور اُن کو بعض دفعہ پتہ بھی نہیں لگتا تھا کہ میں گالی دے رہا ہوں۔ اُن کی شکایت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی نے کی۔ آپ نے جب اُن کو بلا کر پوچھا کہ سنا ہے آپ گالیاں بڑی دیتے ہیں تو گالی دے کر کہنے لگے کون کہتا ہے مَیں گالی دیتا ہوں۔ تو عادت میں احساس ہی نہیں ہوتا کہ انسان کیا کہہ رہا ہے۔ بعض بالکل ایسی حالت میں ہوتے ہیں کہ عادت کی وجہ سے اُن کو احساس ختم ہو جاتے ہیں، احساس مٹ جاتے ہیں۔ لیکن اگر انسان کوشش کرے تو اُن مٹے ہوئے احساسات کو، ختم ہوئے ہوئے احساسات کو دوبارہ پیدا بھی کیا جا سکتا ہے، اصلاح بھی کی جا سکتی ہے۔

بہرحال عملی حالت کی روک میں عادت کا بہت بڑا دخل ہے۔ آجکل ہم دیکھتے ہیں، بیہودہ فلمیں دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔ انٹرنیٹ پر لوگوں کے شوق ہیں اور بعض لوگوں کی ایسی حالت ہے کہ اُن کی نشے والی حالت ہے۔ وہ کھانا نہیں کھائیں گے اور بیٹھے فلمیں دیکھ رہے ہیں تو دیکھتے چلے جائیں گے۔ انٹرنیٹ پر بیٹھے ہیں تو بیٹھے چلے جائیں گے۔ نیند آ رہی ہے تب بھی وہ بیٹھے دیکھتے رہیں گے۔ نہ بچوں کی پرواہ، نہ بیوی کی پرواہ تو ایسے لوگ بھی ہیں۔ پس یہ جو عادتیں ہیں، یہ عملی اصلاح میں روک کا بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں۔ عملی اصلاح میں روک کا پانچواں سبب بیوی بچے بھی ہیں۔ یہ عملی اصلاح کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 375 خطبہ جمعہ 12/ جون 1936ء)

بسا اوقات انسان کو بیوی بچوں کی تکالیف عملی طور پر ابتلا میں ڈال دیتی ہیں۔ مثلاً اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ کسی کا مال نہیں کھانا۔ اب اگر کسی نے کسی کے پاس کوئی رقم بطور امانت رکھوائی ہو لیکن اُس کا کوئی گواہ نہ ہو، کوئی ثبوت نہ ہو تو جس کے پاس امانت رکھوائی گئی ہے اُس کی نیت میں بعض دفعہ اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کی وجہ سے کھوٹ آ جاتا ہے، نیت بد ہو جاتی ہے، اُسے خیال آتا ہے کہ میری بیوی نے کچھ رقم کا مطالبہ مجھ سے کیا تھا اور اس وقت میرے پاس رقم نہیں تھی میں نے مطالبہ پورا نہیں کیا۔ یا میرے بچے نے فلاں چیز کے لئے مجھ سے رقم مانگی تھی اور میں اُسے دے نہ سکا تھا۔ اب موقع ہے۔ یہ رقم مار کر میں اپنے بیوی اور بچے کے مطالبہ کو پورا کر سکتا ہوں یا بچے کی بیماری کی وجہ سے علاج کے لئے رقم کی ضرورت ہے، رقم نہیں ہے۔ اس امانت سے فائدہ اُٹھا کر اور یہ رقم خرچ کر کے میں اس کا علاج کروا لوں، بعد میں دیکھا جائے گا کہ رقم دینی ہے یا نہیں دینی۔ یا کسی اور مقصد کے لئے جو بیوی بچوں سے متعلقہ مقصد ہے، انسان کسی دوسرے کی رقم غصب کر لیتا ہے۔ تو یہ امانت کے متعلق اسلامی تعلیم کے خلاف ہے کہ جب امانت رکھوائی جائے تو تم نے بہرحال واپس کرنی ہے، چاہے اُس کے گواہ ہیں یا نہیں ہیں، کوئی ثبوت ہے یا نہیں ہے۔ بعض دفعہ بعض لوگ اپنے بچوں کے فوائد کے لئے، اُن کے لئے جائیداد بنانے کے لئے نابالغ یتیموں کا حق مار لیتے ہیں یا کچھ حد تک اُنہیں نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ پھر صرف مالی معاملات کی بات نہیں ہے۔ صرف یہی مثالیں نہیں ہیں۔ اس آزاد اور ترقی پسند معاشرے میں بعض ماں باپ خاص طور پر اور عموماً یہ بات کرتے ہیں، لیکن غریب ممالک میں بھی یہ چیزیں سامنے آ جاتی ہیں کہ لاڈ پیار کی وجہ سے بچوں کو اسلامی تعلیم کی پابندی کروانے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ یہ باتیں جو مَیں کر رہا ہوں، افسوس سے مَیں کہوں گا کہ یہ ہمارے احمدی معاشرے میں نظر آ جاتی ہیں، وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہتی ہیں۔ کسی نے کسی کی امانت کھا لی۔ کسی نے کسی کو کسی اَور قسم کا مالی دھوکہ دے دیا۔ کسی نے یتیم کا مال پورا ادا کرنے کا حق ادا نہیں کیا۔ قضاء میں بعض ایسے معاملات آتے ہیں یا شکایات آتی ہیں کہ کوئی امیر ممالک میں رہنے والا اپنی بیٹی کی شادی پاکستان میں کرتا ہے اور داماد کو پہلے دن ہی کہہ دیتا ہے کہ مَیں نے اپنی بچی بڑے لاڈ پیار سے پالی ہے اور اس کو ہر قسم کی آزادی ہے۔ اس پر کسی قسم کی پابندی نہ لگانا اور بیٹی کا دماغ باپ کی شَہ پر عرش پر پہنچا ہوتا ہے۔ خاوند کو وہ کوئی چیز نہیں سمجھتی۔ حالانکہ اسلامی تعلیم ہے کہ بیوی خاوند کے حقوق ادا کرے اور اپنے گھر کی ذمہ داریاں نبھائے، یہ اُس کے فرائض میں داخل ہے۔ کبھی لڑکے پاکستان سے لڑکیاں بیاہ کر لاتے ہیں اور لڑکی کو ظلم کی چکی میں پیستے چلے جاتے ہیں اور لڑکے کے ماں باپ کہتے ہیں کہ لڑکی سب کچھ برداشت کرے، مرد تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ بچوں کا لاڈ جہاں ماں باپ کی عملی حالت کو برباد کر رہا ہوتا ہے، وہاں گھروں کو بھی برباد کر رہا ہوتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 20/ دسمبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

نعت رسول مقبولؐ

مرے درد کی نہ دوا ہوئی
جو دعا ہوئی تو شفا ہوئی

تری یاد میں، ترے عشق میں
مری خامشی بھی صدا ہوئی

مرا درد بڑھتا چلا گیا
تری یاد حد سے سوا ہوئی

رہا جاگتا یوں تو عمر بھر
مری آنکھ پھر بھی نہ وَا ہوئی

مری روح بھی مرے جسم سے
کہیں راستے میں جدا ہوئی

مرا جسم تجھ پہ نثار ہے
مری جاں بھی تجھ پہ فدا ہوئی

مری روح وجد میں آ گئی
تری بات جب بھی ذرا ہوئی

وہ جو شان ہے ترے حسن کی
کبھی شعر میں نہ ادا ہوئی

ترے نقشِ پا کی جو خاک تھی
وہی خاک، خاکِ شفا ہوئی

وہ جو گرد تھی غمِ دہر کی
تجھے دیکھتے ہی ہوا ہوئی

آصف محمود ڈار

اداریہ

ریگستان کا سفر

معاشرہ اس وقت تک نہیں چلتا جب تک معاشرے کے سب لوگ ہاتھ نہ ڈالیں اور آپس میں تعاون نہ کریں۔ ایک حرف کوئی حیثیت نہیں رکھتا جب تک دوسرے حرف کے ساتھ مل کر اپنا مافی الضمیر بیان نہ کرے یہی کیفیت ایک اخبار کی ہے۔ جب تک انتظامیہ کے تمام کارکنان، قاری و مضمون نگار اپنا حصہ نہ ڈالیں اس وقت تک اخبار کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوتا۔ اسی طرح مضمون نگار کی سوچ اپنی ہوتی ہوگی۔ مواد بھی اکٹھا کر لیا ہوگا مگر اپنے کولیگ سے مدد ضرور لیتا ہے تب مضمون اشاعت کے قابل ہوتا ہے۔ اسی قسم کی کیفیت کا خاکسار کو اداریہ لکھتے وقت سامنا رہتا ہے۔ بسا اوقات سوچ بھی اپنی ہوتی ہے اور مواد بھی۔ بعض اوقات سوچ اپنی ہوتی ہے مگر مواد باہر سے آرہا ہوتا ہے۔ مگر بعض کرم فرما ایسے بھی ہوتے ہیں جو عنوان بجھوا دیتے ہیں کہ اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جو بعض ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا خلیفۃ المسیح کا کوئی اقتباس بغرض اشاعت بجھواتے ہیں یا کوئی سوشل میڈیا کا وائرل میسج جن میں سے خاکسار کو اداریہ کا عنوان تلاش کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ حال ہی میں سیرالیون میں ہمارے مبلغ بھائی مکرم ذیشان محمود نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آخری کتاب پیغام صلح سے ایک ارشاد بجھوایا۔ خاکسار نے اِسے جب اصل کتاب پر سیاق و سباق سے پڑھا تو ایک ایسا مضمون ابھر کر سامنے آیا جس کی طرف توجہ دلانا وقت کی اشد ترین ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’آپ لوگ بفضلہ تعالیٰ تعلیم یافتہ بھی ہو گئے۔ اب کینوں کو چھوڑ کر محبت میں ترقی کرنا زیبا ہے اور بے مہری کو چھوڑ کر ہمدردی اختیار کرنا آپ کی عقل مندی کے مناسب حال ہے۔ دنیا کی مشکلات بھی ایک ریگستان کا سفر ہے۔ کہ جو عین گرمی اور تمازتِ آفتاب کے وقت کیا جاتا ہے پس اس دشوار گذار راہ کے لیے باہمی اتفاق کے اس سرد پانی کی ضرورت ہے جو اس جلتی ہوئی آگ کو ٹھنڈی کر دے اور نیز پیاس کے وقت مرنے سے بچاوے۔‘‘

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 443-444)

پیغام صلح یعنی امن و آشتی کا پیغام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تحریر ہے جو آپؑ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں تحریر فرمائی جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو صلح صفائی کے ساتھ رہنے کی تلقین فرمائی خالصتاً ہمدردی کے طور پر ہندوؤں کو مسلمانوں سے محبت اور آشتی سے رہنے کی تلقین فرمائی اور اہل اسلام کی طرف سے صلح کا ہاتھ بڑھایا۔

آپ علیہ السلام کا یہ پیغام (مضمون) 21/ جون 1908ء کو پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ہال میں پڑھ کر سنایا گیا۔ گو جیسا کہ اوپر ذکر کر آیا ہوں کہ اس پیغام میں خصوصاً ہندوؤں اور مسلمانوں کو مخاطب فرمایا ہے لیکن بعض جگہوں پر احباب جماعت کے درمیان ایک دوسرے سے نفرتیں دور کر کے ہمدردی، صلح اور محبت کی طرح ڈالنے کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسا کہ اوپر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ سے عیاں ہے۔

دوسری بات جو اہمیت کی حامل ہے یہ ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی آخری تحریر یا امت کے نام آخری پیغام ہے جو آپ نے اپنی وفات سے قبل دیا، ہم روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں کہ خاندان میں کسی بزرگ کی وفات پر بالعموم اس کی آخری نصیحت یا وصیت کو یاد رکھا جاتا ہے اور یہ آوازیں عام سنائی دیتی ہیں کہ ’’باباجی اے کہہ گئے نیں‘‘۔ اسی طرح روحانی دنیا میں بھی انبیاء، اولیاء، اصفیاء اور الٰہی نمائندوں کے آخری پیغامات کو مقام دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس آخری پیغام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صلح، آشتی اور امن کی تعلیم کی طرف توجہ دلائی ہے۔

تیسری اہم اور ضروری بات جو اصل موضوع تحریر ہے کی طرف آتے ہوئے یہ بتلانا مقصود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کی مشکلات اور مصائب کو ریگستان کا سفر قرار دیا ہے جو دن کے وقت جب سورج عین سر پر ہو اور سورج کی گرمائش سے ریت بھی تپ رہی ہوتی ہے اور فضا اور ہوا بھی لُو بن کر جسم میں آگ کی کیفیت پیدا کر رہی ہوتی ہے۔ اس وقت ٹھنڈا پانی آگ کی گرمائش کو ختم کرتا بلکہ موت سے بھی بچاتا ہے۔ گویا ریگستان کا سفر کرنے والا اردگرد کے ماحول کو اپنا لیتا ہے۔ دوستی کر لیتا ہے۔ اسی طرح روحانی دنیا میں بھی ایک مومن کو بہت سی مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔ انسان کے چاروں طرف بدیوں، برائیوں اور گناہوں کی آگ انسان کو بھسم کرنے کے لئے تیار ملتی ہے۔ جہاں دنیا کی مشکلات ریگستان کا ایک سفر ہے اسی طرح مذہب اور دین کی عزت اور حفاظت کی خاطر جو مشکلات ایک مومن کو برداشت کرنا پڑتی ہیں وہ بھی ریگستان کے سفر سے کم نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں صحابہ رضی اللہ عنھم پر ہونے والے کفار کے مظالم کو دیکھیں اور آج پاکستان میں احمدیوں پر اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور اسلام کی خاطر یا اسلام کا نام لے کر وہی مظالم دہرائے جاتے ہیں جو قرون اولیٰ میں مسلمانوں پر کفار کی طرف سے ڈھائے گئے اور اس میں کوئی دورائے نہیں کہ احمدی، صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح استقامت کی تصویر بنے بیٹھے ہیں اور اعلائے کلمۃ اللہ و کلمہ اسلام کی خاطر یہ مشکلات برداشت کر رہے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد ان پر پورا ہوتا دکھائی دیتا ہے کہ مشہور زمانہ شاعر لبید (بن ربیعہ عامری) نے کیا ہی سچی بات کہی ہے جو کسی اور شاعر نے نہیں اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ (مسلم کتاب الشعر) کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز بے کار اور بے سود ہے ایک وہی سود و زیاں کا مالک ہے۔

اس مضمون کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ (حدیقۃ الصالحین از ملک سیف الرحمان صفحہ 753) کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے کہہ کر بیان فرمایا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوپر بیان فرمودہ ارشاد کے مطابق مادی اور روحانی دنیا میں جو آگ معاشرہ میں لگی نظر آتی ہے اس کو سرد کرنے کا ذریعہ آپس میں ہمدردی، پیار اور محبت کو ہوا دینا ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو اپنے پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کی گئی اس نصیحت کو حرزِ جاں بنائے رکھنا چاہیے کہ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 752)

کہ تو دنیا میں ایسا بن گویا تو پردیسی ہے یا راہ گزر مسافر ہے۔

(ابو سعید)

ایک خوشخبری اور ہماری ذمہ داری

روزنامہ الفضل آن لائن مؤرخہ 13/ دسمبر 2022ء اپنے تین سال مکمل کرنے جا رہا ہے۔
ان شاء اللہ

اس قلیل عرصہ میں جو قوموں کی زندگی میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہیں ہوتا الفضل آن لائن نے غیرمعمولی ترقیات کی منازل طے کی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ و دعاؤں اور آپ تمام محبین الفضل کے خصوصی تعاون سے اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تیز بارش کی طرح نازل ہوا اور مسلسل ہو رہا ہے کہ اس تھوڑے سے عرصہ میں الفضل آن لائن سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد پانچ لاکھ (ہاف ملین) کو عبور کر چکی ہے اور یوں بانی الفضل حضرت مصلح موعودؓ کے یہ دعائیہ الفاظ پورے ہونے کی طرف نوید کی خبر دے رہے ہیں کہ:

’’اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں تک وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اسے مفید بنا۔‘‘

اس پر جتنا بھی خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ ہمیں دعائیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جانا چاہیے۔ الحمد للہ علیٰ ذالك

ادارہ الفضل آن لائن اس اہم تاریخی موقع پر خصوصی نمبر شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس مناسبت سے اگر آپ کوئی مضمون، تحریر، منظوم کلام، رائے، تاثرات یا کوئی مشورہ دینا چاہیں تو مؤرخہ 30/ نومبر 2022ء بروز بدھ لندن وقت کے مطابق دوپہر 12 بجے تک

info@alfazlonline.org

پر بجھوا کر ممنون فرمائیں۔ الفضل آن لائن کو مزید بہتر کرنے، مزید علمی بنانے کے لیے آپ کے مفید مشوروں کا بھی انتظار رہے گا۔

کان اللہ معکم و ایدکم

(ایڈیٹر)

محمد انور شہزاد

دلچسپ و مفید واقعات و حکایات

بیان فرمودہ

حضرت مصلح موعودؓ

قسط 8

نواب صاحب اور نماز

جیسے شرعاً جائز ہے کہ اگر کسی کے پاس ایک ہی پاجامہ ہو اور اُس پر پیشاب کے چھینٹے پڑے ہوئے ہوں اور نماز کا وقت آجائے تو وہ اُسی پاجامہ کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ مگر اِس کے یہ معنے نہیں کہ دوسرے وقتوں میں بھی جب اُس کے پاس صاف پاجامہ موجود ہو یا اُسی کو دھو سکتا ہو، وہ اُسی پاجامہ کے ساتھ نماز پڑھنے لگ جائے کیونکہ یہ اجازت ضرورت کے وقت کے لئے ہے ہر وقت کے لئے نہیں۔

عورتوں میں اکثر یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ نماز چھوڑ دیتی ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے کہ کیوں نہیں پڑھی؟ تو وہ جواب دیتی ہیں کہ ہمارے کپڑے صاف نہیں، بچے اِن پر پیشاب کر دیتے ہیں حالانکہ اِس قسم کے عذرات سے نماز کا چھوڑنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ مجھ سے جب بعض دفعہ عورتیں یہ مسئلہ پوچھتیں اور اِس کے متعلق میرا فتویٰ طلب کرتی ہیں تو میں اُنہیں کہا کرتا ہوں کہ پیشاب کے چھینٹے کیا اگر کپڑا پیشاب میں رنگا ہوا بھی ہو اور نماز کا وقت آجائے اور نہ اَور کپڑا ہو اور نہ اُسے دھویا جا سکتا ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اُنہی کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھ لو۔

ایک دفعہ ایک نواب صاحب جو ہِز اگزالٹڈ ہائی نس نظام حیدر آباد کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہیں یہاں آئے۔ میں نے انہیں نصیحت کی کہ آپ نماز ضرور پڑھا کریں اور سفر و حضر میں اِس کی پابندی کیا کریں۔ وہ کہنے لگے کہ سفر میں مجھے یہ وہم رہتا ہے کہ طہارت درست نہیں ہوئی اِس لئے میں نماز پڑھنے سے ہچکچاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بعض عورتیں جب مجھ سے یہ مسئلہ پوچھتی ہیں اور کہا کرتی ہیں کہ ہمارے کپڑوں پر بچے پیشاب کرتے رہتے ہیں ہم کیا کریں؟ تو میں انہیں یہی جواب دیا کرتا ہوں کہ اول تو یہی بہتر ہے کہ کپڑے بدل لو یا اِنہی کپڑوں کو دھو لو لیکن اگر تمہارے پاس کوئی اور کپڑا نہیں اور ان کپڑوں کو دھونے لگو تو نماز کا وقت فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو تم اِس بات کی مت پرواہ کرو کہ تمہارے کپڑوں پر پیشاب کے چھینٹے پڑے ہوئے ہیں بلکہ اگر کپڑا پیشاب میں ڈوبا ہوا ہو تب بھی اُس کے ساتھ نماز پڑھ لو۔ سو یہی نصیحت میں آپ کو کرتا ہوں۔ آپ بھی اس قسم کے وہم کر کے نماز کے تارک نہ بنیں۔

میری اس نصیحت کا ان پر بہت گہرا اثر ہوا اور ان کا دل بالکل پگھل گیا اور انہوں نے وعدہ کیا کہ میں اب نماز پڑھنا نہیں چھوڑوں گا۔ دوسرے دن ان کے نوکر نے ہمارے کسی آدمی کو بتایا کہ نواب صاحب پر آپ کے خلیفہ صاحب کی نصیحت کا خوب اثر ہوا۔ رات کے بارہ ایک بجے تک وہ نواب صاحب کو سمجھاتے رہے۔ جب وہ اُٹھے تو اُن کو سخت نیند آئی ہوئی تھی مگر مجھے بلا کر کہنے لگے کہ آج صبح کی نماز کے وقت مجھے ضرور جگا دینا میں وعدہ کر چکا ہوں کہ اب نماز پڑھنی نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے کہا سرکار کو جگانا ذرا مشکل ہی ہے۔ وہ کہنے لگے اگر میں نہ اُٹھوں تو میری چارپائی اُلٹا دینا۔ چنانچہ صبح کے وقت میں نے اُنہیں جگا دیا، وہ اُٹھ بیٹھے۔ میں نے وضو کرا دیا اور وہ مسجد کی طرف چل پڑے۔ مگر آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں۔ وہاں بھی جا کر نیند کی حالت میں ہی اُنہوں نے نماز پڑھی اور جب سلام پھیر کر واپس آنے لگے تو اُسی نیند کی حالت میں بجائے اپنا جوتا پہننے کے کسی اور شخص کا نہایت پھٹا پرانا جوتا پہن کر چل پڑے۔ راستہ میں کسی نے دیکھا تو پوچھا نواب صاحب آپ کے پاؤں میں کس کا جوتا ہے؟ اِس پر اُنہوں نے آنکھیں کھولیں اور جوتا دیکھ کر گھبرا گئے اور نوکر سے کہنے لگے جلدی سے یہ جوتا مسجد میں لے جاؤ اور وہیں جا کر رکھ دو کہیں اس جوتے کا مالک مجھے چور نہ سمجھ لے۔

اس کے بعد کچھ پتہ نہیں چلا کہ انہوں نے نماز قائم رکھی یا نہیں۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 338-340)

قابل قدر اخلاص اور جذبہ تبلیغ

1934ء میں جب میں نے یہ تحریک کی اور اعلان کیا کہ نوجوانوں کو غیر ممالک میں نکل جانا چاہئے تو یہ نوجوان جو غالباً دینیات کی متفرق کلاس میں پڑھتا تھا اور عدالت خان اِس کا نام تھا، تحصیل خوشاب ضلع شاہ پور کا رہنے والا تھا، میری اِس تحریک پر بغیر اطلاع دیئے کہیں چلا گیا۔ قادیان کے لوگوں نے خیال کر لیا کہ جس طرح طالب علم بعض دفعہ پڑھائی سے دل برداشتہ ہو کر بھاگ جایا کرتے ہیں اِسی طرح وہ بھی بھاگ گیا ہے۔ مگر دراصل وہ میری اِس تحریک پر ہی باہر گیا تھا مگر اس کا اس نے کسی سے ذکر تک نہ کیا۔

چونکہ ہمارے ہاں عام طور پر صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید اور دوسرے شہداء کا ذکر ہوتا رہتا ہے اِس لئے اُسے یہی خیال آیا کہ میں بھی افغانستان جاؤں اور لوگوں کو تبلیغ کروں۔ اُسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ غیر ملک میں جانے کے لئے پاسپورٹ کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ اُسے پاسپورٹ مہیا کرنے کے ذرائع کا علم تھا۔ وہ بغیر پاسپورٹ لئے نکل کھڑا ہوا اور افغانستان کی طرف چل پڑا۔ جب افغانستان میں داخل ہوا تو چونکہ وہ بغیر پاسپورٹ کے تھا اس لئے حکومت نے اُسے گرفتار کر لیا اور پوچھا کہ پاسپورٹ کہاں ہے؟ اُس نے کہا کہ پاسپورٹ تو میرے پاس کوئی نہیں۔ انہوں نے اسے قید کر دیا مگر جیل خانہ میں بھی اُس نے قیدیوں کو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ کوئی مہینہ بھر ہی وہاں رہا ہوگا کہ افسروں نے رپورٹ کی کہ اسے رہا کر دینا چاہئے ورنہ یہ قیدیوں کو احمدی بنا لے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو ہندوستان کی سرحد پر لا کر چھوڑ دیا۔ جب وہ واپس آیا تو اُس نے مجھے اطلاع دی کہ میں آپ کی تحریک پر افغانستان گیا تھا اور وہاں میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ اب آپ بتائیں کہ مَیں کیا کروں؟

میں نے اُسے کہا کہ تم چین میں چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ چین گیا اور چلتے وقت اُس نے ایک اَور لڑکے کو بھی جس کا نام محمد رفیق ہے اور ضلع ہوشیار پور کا رہنے والا ہے تحریک کی کہ وہ ساتھ چلے۔ چنانچہ وہ بھی ساتھ تیار ہوگیا۔ اُس کے چونکہ رشتہ دار موجود تھے اور بعض ذرائع بھی اسے میسر تھے اِس لئے اُس نے کوشش کی اور اسے پاسپورٹ مل گیا۔

جس وقت یہ دونوں کشمیر پہنچے تو محمد رفیق تو آگے چلا گیا مگر عدالت خاں کو پاسپورٹ کی وجہ سے روک لیا گیا اور بعد میں گاؤں والوں کی مخالفت اور راہ داری کی تصدیق نہ ہو سکنے کی وجہ سے وہ کشمیر میں ہی رہ گیا اور وہاں اِس انتظار میں بیٹھ رہا کہ اگر مجھے موقع ملے تو میں نظر بچا کر چین چلا جاؤں گا مگر چونکہ سردیوں کا موسم تھا اور سامان اُس کے پاس بہت کم تھا اِس لئے کشمیر میں اسے ڈبل نمونیہ ہوگیا اور دو دن بعد فوت ہوگیا۔

ابھی کشمیر سے چند دوست آئے ہوئے تھے اُنہوں نے عدالت خاں کا ایک عجیب واقعہ سنایا جسے سن کر رشک پیدا ہوتا ہے کہ احمدیت کی صداقت کے متعلق اسے کتنا یقین اور وثوق تھا۔

وہ ایک گاؤں میں بیمار ہوا تھا جہاں کوئی علاج میسر نہ تھا۔ جب اس کی حالت بالکل خراب ہوگئی تو اُن دوستوں نے سنایا کہ وہ ہمیں کہنے لگا کسی غیر احمدی کو تیار کرو جو احمدیت کی صداقت کے متعلق مجھ سے مباہلہ کر لے۔ اگر کوئی ایسا غیر احمدی تمہیں مل گیا تو مَیں بچ جاؤں گا اور اُسے تبلیغ بھی ہو جائے گی ورنہ میرے بچنے کی اور کوئی صورت نہیں۔

شدید بیماری کی حالت میں یہ یقین اور وثوق بہت ہی کم لوگوں کو میسر ہوتا ہے کیونکہ ننانوے فیصدی اِس بیماری سے مر جاتے ہیں اور بعض تو چند گھنٹوں کے اندر ہی وفات پا جاتے ہیں۔

ہماری مسجد مبارک کا ہی ایک مؤذن تھا وہ عصر کے وقت بیمار ہوا اور شام کے وقت فوت ہوگیا۔ ایسی خطرناک حالت میں جبکہ اُس کی موت کا ننانوے فیصدی یقین کیا جا سکتا تھا اُس نے اپنا علاج یہی سمجھا کہ کسی غیر احمدی سے مباہلہ ہو جائے اور اُس نے کہا کہ اگر مباہلہ ہوگیا تو یقیناً خدا مجھے شفا دے دے گا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ میں اِس مرض سے مر جاؤں۔

بہرحال اِس واقعہ سے اُس کا اخلاص ظاہر ہے۔ اِسی طرح اُس کی دور اندیشی بھی ثابت ہے کیونکہ اُس نے ایک اَور نوجوان کو خود ہی تحریک کی کہ میرے ساتھ چلو اور وہ تیار ہوگیا۔

اِس طرح گو عدالت خاں فوت ہوگیا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کے بیج کو ضائع نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے شخص نے جسے وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا احمدیت کے جھنڈے کو پکڑ کر آگے بڑھنا شروع کر دیا اور مشرقی شہر کاشغر میں پہنچ گیا اور وہاں تبلیغ شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے ایک دوست کو اللہ تعالیٰ نے احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما

دی۔ حاجی جنود اللہ صاحب اُن کا نام ہے۔ وہ اسی تبلیغ کے نتیجہ میں قادیان آئے اور تحقیق کر کے احمدیت میں شامل ہوگئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد حاجی جنود اللہ صاحب کی والدہ اور ہمشیرہ بھی احمدی ہوگئیں اور اب تو وہ قادیان ہی آئے ہوئے ہیں۔

تو عدالت خاں کی قربانی رائیگاں نہیں گئی بلکہ احمدیت کو اس علاقہ میں پھیلانے کا موجب بن گئی۔ یہ ایک ایسا علاقہ ہے جس میں احمدیت کی اشاعت کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایسے ایسے خطرناک اور دشوار گزار رستے ہیں کہ اُن کو عبور کرنا ہی بڑی ہمت کا کام ہے۔ حاجی جنود اللہ صاحب کی والدہ نے بتایا کہ رستہ میں ایک مقام پر وہ تین دن تک برف پر گھٹنوں کے بل چلتی رہیں۔

ایسے سخت رستوں کو عبور کر کے ہماری جماعت کے ایک نوجوان کا اُس علاقہ میں پہنچنا اور لوگوں کو تبلیغ کرنا بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔

تو تحریک جدید کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے عدالت خاں کو پہلے یہ توفیق دی کہ وہ افغانستان جائے چنانچہ وہ افغانستان میں کچھ عرصہ رہا اور جب وہ واپس آیا تو میری تحریک پر وہ چین کے لئے روانہ ہوگیا اور خود ہی ایک اور نوجوان کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ راستہ میں عدالت خاں کو خدا تعالیٰ نے شہادت کی موت دے دی مگر اُس کے دوسرے ساتھی کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ آگے بڑھے اور مشرقی ترکستان میں جماعت احمدیہ قائم کر دے۔

یہ دو واقعات شہادت بتاتے ہیں کہ گو یہ اپنی جدوجہد میں کامیاب نہیں ہوئے مگر اِن کی کوششیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول تھیں۔ چنانچہ اِن دو آدمیوں میں سے ایک کو تو اللہ تعالیٰ نے عملی رنگ میں شہادت دے دی اور دوسرے کی وفات ایسے رنگ میں ہوئی جو شہادت کے ہم رنگ ہے۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 367-369)

عہدے کی اصل غرض

گبن جو ایک مشہور مؤرخ ہے، اُس نے روم کی ترقی و تنزل کے حالات کے متعلق ایک تاریخی کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں وہ ایک مسلمان بادشاہ کا ذکر کرتا ہے جس کی اٹھارہ سال کی عمر تھی، اُس کا باپ فوت ہوگیا تھا اور وہ اُس کی جگہ بادشاہ بنا دیا گیا تھا۔ جب وہ بادشاہ بنا تو اُس کے چچا اور دوسرے بھائیوں نے بغاوت کر دی اور اس قدر شورش پیدا کر دی کہ اس کی حکومت چاروں طرف سے خطرات میں گھر گئی۔ اس بادشاہ کا ایک وزیر تھا جس کا نام نظام الدین طوسی تھا۔ نظام الدین طوسی علمی دُنیا میں ایسی شہرت رکھتا تھا جیسے سیاسی دُنیا میں سکندر اور نپولین شہرت رکھتے ہیں۔ تمام اسلامی مدارس جو آجکل مشرقی دُنیا میں جاری ہیں اسی کی نقل میں جاری ہیں کیونکہ سب سے پہلے اِسی نے ان مدرسوں کا طریق ایجاد کیا تھا۔ وہ نظام الدین طوسی مذہب کے لحاظ سے شیعہ تھا۔ جب بغاوت زیادہ بڑھ گئی تو اُس نے بادشاہ کو تحریک کی کہ حضرت موسیٰ رضا کے مقبرہ پر جا کر کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔ اِس کی غرض یہ تھی کہ اگر بادشاہ کو کامیابی حاصل ہوگئی تو یہ بھی شیعہ ہو جائے گا۔ گبن لکھتا ہے کہ نظام الدین طوسی کی اِس تحریک پر نوجوان بادشاہ موسیٰ رضا کے مقبرہ پر گیا اور وہاں دونوں نے دعا کی۔

جب وہ دعا سے فارغ ہو گئے تو بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ میں نے بھی دعا کی ہے اور آپ نے بھی دعا کی ہے، کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ آپ نے کیا دعا کی ہے؟ نظام الدین طوسی نے کہا میں نے یہ دعا کی ہے کہ خدایا تُو ہمارے بادشاہ کو فتح دے اور اِس کے دشمنوں کو شکست دے۔ بادشاہ نے کہا میں نے تو یہ دعا نہیں کی۔ نظام الدین نے پوچھا پھر آپ نے کیا دعا کی ہے؟ بادشاہ نے کہا میں نے یہ دعا کی ہے کہ اے خدا! بادشاہت تیری ایک امانت ہے جو بندوں کے سپرد کی جاتی ہے اور یہ ایک بوجھ ہے جو ان کے کندھوں پر تیری طرف سے ڈالا جاتا ہے اِس عہدے کی صرف ایک ہی غرض ہے اور وہ یہ کہ ملک اور رعایا کے حقوق کی حفاظت کی جائے اور ان کے لئے ترقی کے زیادہ سے زیادہ مواقع بہم پہنچائے جائیں۔ مگر اے میرے رب! مجھے معلوم نہیں کہ میں اس عہدے کے قابل ہوں یا میرا چچا اور میرے بھائی اس عہدے کے لئے مجھ سے زیادہ موزوں ہیں، میں حالات سے بالکل ناواقف ہوں اور میں غیب کی کوئی بات نہیں جانتا، پس میں تجھ سے نہایت عاجزانہ طور پر التجا کرتا ہوں کہ اگر تیرے نزدیک میں ہی اس عہدے کے زیادہ قابل ہوں تو کل کی جنگ میں مجھے فتح دیجیو اور اگر میری فتح میرے ملک اور میری قوم کے لئے نقصان رساں ہے اور میرا چچا اور میرے بھائی مجھ سے زیادہ قابل اور زیادہ موزوں ہیں تو اے خدا! کل مجھے موت دیجیو اور میرے چچا اور میرے بھائیوں کو فتح دیجیو تا کہ ملک کا بھلا ہو اور وہ بادشاہت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکے۔

گبن ایک عیسائی مؤرخ اور نہایت ہی متعصب مؤرخ ہے مگر وہ اس عظیم الشان واقعہ سے اِس قدر شدید طور پر متأثر ہوا ہے کہ بے اختیار ہو کر اس مقام پر لکھتا ہے کہ مسلمان بے شک کافر ہیں اور ہماری قوم ان کی بُرائیاں بیان کرتی ہے اور میں بھی انہیں بُرا ہی سمجھتا ہوں مگر میں عیسائی دُنیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ کیا تم سارے مل کر بھی وہ نمونہ پیش کر سکتے ہو جو ایک مسلمان نوجوان نے دُنیا کے سامنے پیش کیا۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 378-379)

خدمت دین کی برکت

میں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا ہے کہ ایک دفعہ تیمور یا محمود غزنوی کو ایک جنگ میں شکست ہونے لگی تو اُس نے دعا کی کہ خدایا! میں تو اسلام کی خدمت کے لئے لڑ رہا تھا اور میری نیت کا تجھ علم ہے، اگر میں اپنی بڑائی یا اپنی حکومت کی توسیع کے لئے جنگ کرتا تو اور بات تھی مگر میری نیت تو تیرے دین کی خدمت ہے اور اب میری شکست کا اثر صرف مجھ تک محدود نہیں رہے گا بلکہ تیرے دین تک بھی پہنچے گا پس تو اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کر دے کہ یہ شکست فتح سے بدل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی اِس دعا کو قبول کیا اور معاً ایسے سامان پیدا ہو گئے کہ دشمن نے غلطی سے یہ سمجھ کر کہ یہ مقابل کی فوج ہے، اپنے اُسی دستہ پر حملہ کر دیا جو مسلمانوں کی فوج کو شکست دیتا چلا جا رہا تھا اور اِس طرح مسلمانوں کی شکست فتح میں تبدیل ہوگئی۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 379-380)

ووٹ ڈال دیا

بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بہت بڑا اثر پیدا کر دیتی ہیں۔ لاہور میں ایک صاحب الیکشن میں کھڑے ہوئے غیر احمدیوں نے فیصلہ کیا کہ کوئی اُس کو ووٹ نہ دے۔ اُنہوں نے ایک احمدی کے متعلق یہ بات بیان کی کہ ایک بوڑھا احمدی باوجود بہت تکلیف اور دقّت کے ووٹ دینے کے لئے گیا اور اس نے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ ہمارے امام نے ہمیں ووٹ اِس طرف دینے کے لئے کہا ہے۔ اِس بات کا اُس پر اِتنا اثر ہوا کہ سالہا سال بعد بھی جب وہ ملتا تو کہتا کہ اگر کوئی چیز ہے تو یہ ہے حالانکہ یہ ایک معمولی بات تھی۔ لیکن اگر ساری جماعت میں یہی پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے فرائض کو پوری طرح سمجھیں تو اس سے سینکڑوں گنا احمدی ہو جائیں گے۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 386)

تقویٰ و روحانیت سے خالی لسان اور لیکچرار انقلاب پیدا نہیں کر سکتے

یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ جو لوگ دُنیا کی نگاہ میں بڑے ہیں وہ زیادہ مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ یا جو دُنیا کی نگاہ میں چھوٹے ہیں وہ ہمارے کام نہیں آ سکتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب وحی ہوئی کہ جاؤ فرعون کو تبلیغ کرو تو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عذر کیا اور کہا کہ مَیں اچھی طرح بولنا نہیں جانتا، میرے بھائی ہارون کو میرے ساتھ کر دیجئے۔ وہ زیادہ عمدگی سے بولنا جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اِس درخواست پر حضرت ہارون علیہ السلام کو اُن کا نائب تو مقرر کر دیا مگر موسیٰ علیہ السلام کو اپنے فرض سے سبکدوش نہیں کیا بلکہ فرمایا تم ہارون کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ فرعون کے پاس گئے مگر جب وہاں پہنچے تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے بھائی کو بولنے دیں، تمام باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود کیں اور اُنہیں ایک موقع پر بھی یہ ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ حضرت ہارون علیہ السلام اُن کی اعانت کریں حالانکہ وہ خود کہہ چکے تھے کہ ہارون مجھ سے زیادہ اچھا بولتا ہے اسے میرے ساتھ کر دیں مگر جب فرعون کے پاس پہنچتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہارونؑ کو ایک لفظ بھی بولنے نہیں دیتے۔

چنانچہ قرآن کریم میں جو گفتگو بیان ہوئی ہے وہ سب وہی ہے جو حضرت موسیٰ اور فرعون کے درمیان ہوئی ہارونؑ کا کہیں ذکر بھی نہیں آتا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شروع میں کہتے ہیں کہ اے خدا ہارون کو وزیر بنا کر میرے ساتھ بھیج دے کیونکہ وہ بولنا جانتے ہیں مگر میں بولنا نہیں جانتا۔

اِس طرح خدا نے یہ ظاہر کر دیا کہ جس کا انتخاب ہم نے کیا تھا وہی کام کے لئے زیادہ موزوں تھا۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بظاہر بولنا نہیں جانتے تھے مگر جب خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے ساتھ وہ بولے تو اُنہیں اس بات کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی کہ ہارون ان کی مدد کریں۔

تو لسّانی کوئی چیز نہیں، نہ کسی کا اپنے آپ کو بڑا سمجھنا کوئی چیز ہے۔ بڑائی وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور بات وہی ہے جو دل پر اثر کرتی ہے۔ ہزاروں لیکچرار دُنیا میں ایسے ہوتے ہیں جن کی زبان نہایت منجھی ہوئی ہوتی ہے مگر جب وہ تقریر کرتے ہیں تو اس کا دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ ان کے ذریعہ کسی قسم کا تغیر رونما ہوتا ہے۔

بوعلی سینا ایک بہت بڑے حکیم گزرے ہیں۔ طب میں ان کا نہایت اعلیٰ مقام ہے۔ منطق اور فلسفہ کے بھی ماہر تھے اور دین سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ آدمی نیک اور نمازی تھے۔

ایک دفعہ وہ فلسفہ کی باتیں کر رہے تھے کہ ان کا ایک شاگرد ان کی باتوں سے بہت متأثر ہوا اور کہنے لگا حضرت آپ تو نبی ہیں اور آپ کی نبوت میں کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں اس کی یہ

بقیہ صفحہ 13 پر

ابو فاضل بشارت

اسلامی سال کا پانچواں قمری مہینہ

جُمادی الاولیٰ

اسلامی سال کا پانچواں قمری مہینہ ''جُمادی الاولیٰ'' ہے۔علماء نے اس مہینہ کے نام ''جُمادی'' کومونث قرار دیا ہے اور ان کے بقول تمام مہینوں کے نام مذکر ہیں سوائے جمادیان یعنی جمادی الاولیٰ اور جمادی الآخرۃ کے۔علامہ ابوزکریا یحیٰ بن زیاد الفراء لکھتے ہیں کہ ''جُمادی الاولیٰ اور جُمادی الآخرۃ دونوں کا نام مؤنث ہے کیونکہ ''جُمادی'' ''فُعالیٰ'' کے وزن پر ہے اور ''فُعالیٰ'' مؤنث ہوتا ہے۔اس لیے ان دونوں مہینوں کو جمادی الاولیٰ اور جمادی الآخرۃ کہاجاتا ہے۔''

(الایام واللیالی للفراءصفحہ 42)

علامہ جلال الدین سیوطی اور شیخ ابو العباس احمد قلقشندی کا بھی یہی قول ہے۔

(الشماریخ فی علم التاریخ للسیوطی صفحہ 29)

علامہ فراءلکھتے ہیں کہ ''اگر آپ نے جمادی کا نام بطور مذکر کہیں کسی شعرمیں سناہو تو وہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ جمادی کو ''شہر'' یعنی مہینہ کی طرف لوٹایا جائے اور اس کے لفظی معنی کو چھوڑ دیا گیا ہو۔''

(الایام واللیالی للفراءصفحہ 42)

جمادی الاولیٰ کی لغوی بحث

جمادی کا لفظ ''جَمَدَ'' سےمشتق ہے جس کے معنی ہیں جم جانا،رک جانا،حرکت نہ کرناوغیرہ۔اسی طرح ''جَمَدَ'' کے معنی سکون،قحط،قلت اشیاء،بخل اورخشکی اورسختی کے بھی ہیں۔''سنۃ جامدۃ'' وہ سال ہوتا ہے جس میں کوئی بارش اور روئیدگی نہ ہوئی ہو۔''ارض جماد''اس زمین کو کہتے ہیں جوسخت ہو،نہ اس میں بارش ہو اور نہ ہی اس میں کوئی چیزاگے۔''شاۃجماد'' یا ''ناقۃ جماد'' سے مراد ایسی بکری یا اونٹنی ہے جس میں دودھ نہ ہو۔امام کسائی کہتے ہیں کہ ''ظلت العین جامدۃ'' یعنی ''جامدۃ لاتدمع'' ایسی آنکھ جو ساکن ہو اورآنسو نہ بہاتی ہو۔''عین جمود'' کے معنی ہیں ایسی آنکھ جس میں آنسو نہ ہو یعنی خشک ہو۔ اگر کسی شخص کے لیے ''جامد'' کا لفظ استعمال ہوتو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص کوئی کام کرنے سے رک گیا اور اس میں بخل کرنے لگا۔بخیل کے لیے ''جامد'' یا ''جماد'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

(تاج العروس زیر لفظ جمد جزء7 صفحہ 519)

جمادی کی تثنیہ جمادیان اورجمع جمادیات ہے۔

جمادی الاولیٰ کی وجہ تسمیہ

اس مہینہ کا نام شدیدسردی کے موسم میں رکھا گیا جب پانی جم کر برف بناہوا تھا۔اس لیے یہ مہینہ ''جُمادی'' کے نام سے موسوم ہوا۔ایام جاہلیت میں جمادی الاولیٰ کو جمادی خمسۃ کہا جاتا تھا۔یہ بھی کہاجاتا ہے کہ عرب میں سردیوں میں پانی جمنے کی مدت زیادہ تھی اس لیے اہل عرب دو مہینوں کو جمادی کے نام سے پکارتے تھے۔اس طرح وہ سال کے پانچویں مہینہ کو ''جمادی خمسۃ'' اور چھٹے مہینے کو ''جمادی ستۃ'' کہہ کرتفریق کرتے تھے۔اسلام میں ان دومہینوں کو جمادی الاولیٰ اور جمادی الآخرۃ یا جمادی الاخریٰ کہاجاتا ہے۔

جمادی الاولیٰ کے دیگر نام

قبل از اسلام اس مہینہ کو ''حَنِین'' اور ''حُنَین'' بھی کہاجاتا تھا جس کی تثنیہ ''حنینان'' یا ''حُنینان'' اورجمع ''حنائن'' ہے۔

(الایام واللیالی صفحہ 51)

اور اس کوحنین اس لیے کہاجاتا تھا کہ ربیع الاول اور ربیع الثانی میں گھروں میں قیام اور کھانے پینے سے لطف اندوز ہونے کے بعد جب اہل عرب سفر پر نکلتے تھے تو وہ اپنے گھروں میں قیام کے وقت کو یاد کرتے تھے اور ان میں اس عرصہ قیام کے طویل ہونے کی شدیدخواہش پیدا ہوتی تھی اور وہ اپنے وطن کے لیے تڑپتے تھے۔

(صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء جزء2 صفحہ 405)

اسی طرح جمادی الاولیٰ کو ''رُبّی'' بھی کہاجاتا تھا۔

(لسان العرب جزء4 صفحہ 34)

مؤرخین کے نزدیک قوم ثمود جمادی الاولیٰ کو ''مُصْدِرٌ'' کے نام سے پکارتے تھے۔

(لسان العرب جزء4 صفحہ 450)

اسی طرح اس مہینہ کو زمانہ جاہلیت میں ''شیبان'' بھی کہاجاتا تھا۔

(تاج العروس جزء 7 صفحہ 147)

جمادی الاولیٰ کی فضیلت کا بیان

ماہ جمادی الاولیٰ کے بارہ میں قرآن وسنت میں کوئی خاص فضیلت بیان نہیں ہوئی۔بعض توہم پرست یہ سمجھتے ہیں کہ جمادی الاولیٰ میں عظیم حوادث رونما ہوئے یہاں تک کہ ایسے لوگ یہ کہتے ہیں ''العجب کل العجب بین جمادی ورجب'' یعنی حیران کن بات ہے کہ تمام عجیب وغریب واقعات جمادی الاولیٰ اور رجب کے درمیان ہی ہوتے ہیں۔لیکن یہ فاسد گمان ہے اس میں کوئی حقیقت نہیں۔

ماہ جمادی الاولیٰ کے اہم تاریخی واقعات

عہد نبویؐ، عہد خلفائے راشدین اور اسلامی تاریخ میں ماہ جمادی الاولیٰ میں کئی اہم تاریخی واقعات ہوئے۔جن میں سے بعض یہ ہیں:

ابن اسحاق کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ 4ہجری میں ہوا جبکہ صاحب الروضۃ کے نزدیک یہ غزوہ محرم 5ہجری میں ہوا۔واللہ اعلم

غزوہ بنوسلیم 6/جمادی الاولیٰ 3ہجری کو ہوا۔نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عثمانؓ بن عفان جوحضرت رقیہؓ بنت رسولؐ کے بطن سے ہوئے،6سال کی عمر میں جمادی الاولیٰ 4 ہجری کو وفات پا گئے۔

سریہ حضرت زید بن حارثہؓ ازطرف عیص اور بنی ثعلبہ جمادی الاولیٰ 6 ہجری کو ہوا۔ایک قول کے مطابق غزوہ بنی لحیان جمادی الاولیٰ 6 ہجری میں ہوا۔

طبقات الکبریٰ لابن سعد کے مطابق غزوہ خیبر جمادی الاولیٰ 7ہجری میں ہوا۔جبکہ علامہ طبری کے نزدیک یہ محرم کے آخری ایام میں اور علامہ ابن اسحاق کے نزدیک ماہ صفر میں ہوا۔

غزوہ موتہ جمادی الاولیٰ 8 ہجری کو ہوا۔غزوہ موتہ میں حضرت زیدؓ کی شہادت جمادی الاولیٰ 8 ہجری کو ہوئی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی شہادت بھی جمادی الاولیٰ 8ہجری میں غزوہ موتہ میں ہوئی۔

ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق کسریٰ کا قتل اس کے بیٹے کے ہاتھوں 10/جمادی الاولیٰ 9 ہجری میں ہوا۔

جمادی الاولیٰ 10ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کو بنی حارث بن کعب کی طرف نجران بھجوایا۔

عہد صدیقیؓ میں جنگ اجنادین جمادی الاولیٰ 13/ ہجری میں ہوئی۔اسی طرح واقعہ مرج الصفر بھی جمادی الاولیٰ 13ہجری میں ہوا۔

عہد فاروقیؓ میں فتح ہمدان جمادی الاولیٰ 23 ہجری میں ہوئی۔

جمادی الاولیٰ 36ہجری میں حواریٔ رسولؐ حضرت زبیرؓ بن عوام کی شہادت ہوئی۔

واقعہ عین وردۃ 65 ہجری میں ہوا۔

حضرت مصعب بن زبیر کی شہادت 13/ جمادی الاولیٰ 71 ہجری اور بعض کے نزدیک 72ہجری میں ہوئی۔اور 17 جمادی الاولیٰ 73 ہجری میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت ہوئی۔حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکرؓ کی وفات بھی اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے کچھ دنوں بعد جمادی الاولیٰ 73 ہجری میں ہوگئی۔

13/ جمادی الاولیٰ 86ہجری کو عبدالعزیز بن مروان بن حکم کی مصر میں وفات ہوئی۔

جمادی الاولیٰ 460ہجری میں فلسطین میں شدید زلزلہ آیا جس سے بہت تباہی ہوئی۔

21/ جمادی الاولیٰ 857ہجری کو فتح قسطنطنیہ ہوئی جس کی فتح کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی تھی۔

(ان تمام واقعات کی تواریخ کے مآخذ الطبقات الکبریٰ لابن سعد،فتح الباری،تفسیر ابن کثیر،البدایۃ والنہایۃ اور المنتظم فی تاریخ الملوک والامم وغیرہ ہیں۔)

ابو مصور خان۔ رفیع ناصر

اپنے جائزے لیں

از ارشادات خطبات مسرور جلد 12

قسط 12۔حصہ اول

ہر احمدی کو اپنا جائزہ لیتے ہوئے اپنی اصلاح کی بھی ضرورت ہے

’’مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بھی کہا تھا کہ ہمارا نظامِ جماعت، ہمارے عہدیدار، ہماری ذیلی تنظیمیں ان عملی کمزوریوں کو دُور کرنے کا ذریعہ بنیں۔ لیکن اگر خود ہی یہ لوگ جن کی قوتِ ارادی میں کمی ہے، ان عہدیداروں کے بھی اور باقی لوگوں کے بھی علم میں کمی ہے، عملی کمزوری ہے تو وہ کسی کا سہارا کس طرح بن سکیں گے۔ پس جماعتی ترقی کے لئے نظام کے ہر حصے کو، بلکہ ہر احمدی کو اپنا جائزہ لیتے ہوئے اپنی اصلاح کی بھی ضرورت ہے اور اپنے دوستوں اور قریبیوں کا سہارا بننے کی ضرورت ہے جو کمزوریوں میں مبتلا ہیں تا کہ جماعت کا ہر فرد عملی اصلاح کے اعلیٰ معیاروں کو چھونے والا بن جائے اور اس لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 41)

اللہ تعالیٰ کے پیار کے سلوک کے معیار کے جائزے لینے کی ضرورت ہے

’’ہمیں اس بات کو جاننے کی ضرورت ہے اور جائزے کی ضرورت ہے کہ ہم دیکھیں کہ ہم میں سے کتنے ہیں جنہیں یہ شوق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ رمضان میں ایک مہینہ نہیں یا ایک مرتبہ اعتکاف بیٹھ کر پھر سارا سال یا کئی سال اس کا اظہار کر کے نہیں بلکہ مستقل مزاجی سے اس شوق اور لگن کو اپنے اوپر لاگو کر کے، تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب مستقل طور پر حاصل ہو، ہم میں سے کتنے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ پیار کا سلوک کرتے ہوئے دعاؤں کے قبولیت کے نشان دکھاتا ہے، اُن سے بولتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر یہ معیار حاصل کرنا یا حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 45-46)

ایمانی قوت اپنے اندر رکھنے کے جائزے لیں

’’جب ہم گہرائی میں جائزہ لیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ دنیا میں ایک طبقہ ایسا ہے جو ایمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتا۔ یعنی وہ معیار نہیں رکھتا جو اصلاحِ عمل کے لئے ایک انسان میں ہونا ضروری ہے۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں اگر قوتِ ایمانیہ بھر دی جائے تو ان کے اعمال درست ہو جاتے ہیں اور ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو عدمِ علم کی وجہ سے گناہوں کا شکار ہوتا ہے۔ اس کے لئے صحیح علم کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک طبقہ جو نیک اعمال بجالانے کے لئے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ تین قسم کے لوگ ہیں اور اس کی احتیاج جو ہے وہ دو طرح سے پوری کی جاتی ہے۔ یا اُس کی بیرونی مدد دو طرح سے ہو گی۔ ایک تو نگرانی کر کے، جس کی میں نے ابھی تفصیل بیان کی ہے کہ نگرانی کی جائے تو بدیاں چھوٹ جاتی ہیں اور نیکیوں کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے لیکن وہ طبقہ جو بالکل ہی گرا ہوا ہو، جو نگرانی سے بھی باز آنے والا نہ ہو، اُسے جب تک سزا نہ دی جائے اس کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 61)

قول وفعل کے تضاد کو اپنے اندر ختم کرنے کے جائزے لیں

’’بیشک وفاتِ مسیح، ختمِ نبوت یا جو دوسرے مسائل ہیں جن کا اعتقاد سے تعلق ہے اُن کا علم ہونا تو بہت ضروری ہے اور ان پر دلیل کے ساتھ قائم رہنا بھی ضروری ہے، بغیر دلیل کے نہیں، لیکن عملی اصلاح کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا ہو گا اور اس کے لئے وہ ذرائع اپنانے ہوں گے جو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دکھائے۔ ہمیں اپنے قول وفعل کے تضاد کو ختم کرنا ہو گا۔ جو ہم دوسروں کو کہیں اُس کے بارے میں اپنے بھی جائزے لیں کہ کس حد تک ہم اس پر عمل کر رہے ہیں۔

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 64)

معلمین، مبلغین اور مربیان یہ دیکھیں کہ انہوں نے دلوں میں ایمان پیدا کرنے کی کتنی کوشش کی ہے

’’وہ زمانہ جو ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ احمدیت کی ترقی کا آنے والا ہے، اس کی تیاری کے لئے مربیان بننے والے، مبلغین بننے والے اپنے آپ کو بہت زیادہ تیار کریں۔ کوئی معمولی کام نہیں جو اُن کے سپرد ہونے والا ہے۔ ابھی سے خدا تعالیٰ سے ایک تعلق پیدا کریں اور اس کے لئے پہلے سے بڑھ کر کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نشانات ہمیں دکھائے، اسلام کی جو حقیقی تعلیم دوبارہ کھول کر واضح فرمائی، اُسے سامنے رکھیں۔ صرف مسائل کو یاد کرنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ رکھیں۔ مجھے قادیان سے کسی عالم نے لکھا کہ آجکل کھلے جلسے جو مخالفین کے جواب دینے کے لئے پہلے ہندوستان میں منعقد ہوتے تھے، اب نہیں ہوتے، ہم اُن جلسوں میں ایسے تابڑ توڑ حملے مخالف علماء پر کرتے تھے کہ ایک کے بعد دوسرے حملے نے اُنہیں زِچ کر دیا تھا۔ ٹھیک ہے یہ اچھی بات ہے کہ کرتے تھے۔ مخالفین کے جواب دینے چاہئیں، بلکہ دلائل کے ساتھ اُن کی باتوں کے ردّ اُن پر ہی پھینکنے چاہئیں لیکن یہ بات اس سے بھی زیادہ اہم ہے اور ضروری ہے کہ ہمارے معلمین اور مبلغین اور مربیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو سمجھتے ہوئے اپنی روحانی حالت میں بھی وہ ترقی کرتے کہ ہر ایک کا وجود خود ایک نشان بن جاتا۔ اور اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے بلکہ وہ ترقی کریں کہ خود ایک نشان بن جائے اور اسی نمونے کو دیکھ کر لوگ جماعت میں داخل ہوں۔ بعض دفعہ نمونے دیکھ کر داخل ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ معیار پیدا نہیں ہوا۔ اسی لئے ہندوستان میں بہت سے معلمین کو فارغ کرنا پڑا۔ لگتا تھا کہ بعض پر دنیا داری غالب آ گئی ہے۔ پس یہ خط لکھنے والے بھی اور ہم میں سے ہر ایک اپنے جائزے لے کہ اُس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ معلمین، مبلغین یہ دیکھیں کہ انہوں نے دلوں میں ایمان پیدا کرنے کی کتنی کوشش کی ہے۔ خشک دلائل سے لوگوں کے دلوں پر اثر ڈالنے اور غیر احمدی مولویوں کو دوڑانے پر ہی ہمیں اکتفا نہیں کر لینا چاہئے اور اسی پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ ہمارے پاس جو خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات اور معجزات ہیں، اُس سے خدا تعالیٰ کی ہستی دنیا کو دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے، اُس سے لوگوں کے دلوں کو قائل کریں۔

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 64-65)

خطباتِ مسرور

خطباتِ جمعہ

فرمودہ امام جماعت احمدیہ عالمگیر

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب

خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2014ء

جلد 12

ہر فردِ جماعت کو اپنے جائزے لے کر اصلاح کرنے کی ضرورت ہے

’’جہاں مربیان کو اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے وہاں ہر فردِ جماعت کو اپنے جائزے لے کر اصلاح کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ سب سے بڑا ہتھیار دعا کا ہے جس کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے اور اس کے صحیح استعمال اور اس سے صحیح فائدہ اُٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ ایمان میں ترقی کرو اور میں نے جو نیک اعمال بجالانے کے لئے لائحہ عمل دیا ہے اُس پر عمل کرو۔ پس یہ عمل اور دعا اور دعا اور عمل ساتھ ساتھ چلیں گے تو حقیقی اصلاح ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 68-69)

اس بات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کتنے ہیں جو ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرتے ہیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے فرماتے ہیں:

’’پس یہ درد ہے جس نے آپ کو بے چین کر دیا تھا۔مختلف وقتوں میں آپ نے جماعت کو نصائح فرمائیں کہ احمدی کو کیسا ہونا چاہئے۔ دوسری کتابوں کے علاوہ ملفوظات جو آپ کی مجالس کی مختصر اَرپورٹس ہوتی تھیں، تفصیلی نہیں، اُس کی بھی دس جلدیں ہیں اور ان دسوں میں سے کسی جلد کو بھی آپ لے لیں،اس میں آپ نے جماعت سے توقعات اور جماعت کو نصائح، عملی حالتوں کی تبدیلی کا یہ مضمون مختلف حوالوں اور مختلف زاویوں سے ہر جگہ، ہر مجلس میں بیان فرمایا ہوا ہے۔ ان میں سے چند ایک اس وقت میں پیش کرتا ہوں۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجودِ واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لیے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لیے غائبانہ دُعا کرو‘‘۔ (اب ہمیں یہ دیکھنے کی، جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کتنے ہیں جو ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرتے ہیں) ’’اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ مَیں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 77)

اللہ تعالیٰ کی توحید کا حقیقی ادراک پانے کے لئے جائزہ لیتے رہنا چاہئے

’’ہماری بھی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس تعلیم کو سمجھیں۔ توحید کی حقیقت کو سمجھیں۔

فرمایا کہ: ’’ہماری جماعت کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر پاک تبدیلی کریں، کیونکہ ان کو تو تازہ معرفت ملتی ہے اور اگر معرفت کا دعویٰ کر کے کوئی اس پر نہ چلے تو یہ نری لاف گزاف ہی ہے۔ پس ہماری جماعت کو دوسروں کی سُستی غافل نہ کر دے‘‘ (دنیا کے نمونے دیکھ کر ان کے پیچھے نہ چل پڑو۔) ’’...اور اس کو کاہلی کی جرأت نہ دلادے۔ وہ ان کی محبت سرد دیکھ کر خود بھی دل سخت نہ کر لے۔‘‘ (دوسرے لوگوں کی دین کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی طرف محبت نہیں ہے تو دیکھا دیکھی اپنے دل بھی کہیں سخت نہ کر لیں۔)

فرمایا ’’انسان بہت آرزوئیں اور تمنائیں رکھتا ہے۔ مگر غیب کی، قضاء و قدر کی کس کو خبر ہے۔ زندگی آرزوؤں کے موافق نہیں چلتی۔ تمناؤں کا سلسلہ اور ہے، قضاو قدر کا سلسلہ اور ہے۔ اور وہی سچا سلسلہ ہے۔‘‘ (جو قضاو قدر کا ہے۔) خدا کے پاس انسان کے سوانح سچے ہیں۔ اسے کیا معلوم ہے اس میں کیا لکھا ہے۔ اس لئے دل کو جگا جگا کر غور کرنا چاہئے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 241)

ہمیشہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید کا حقیقی ادراک عطا فرمائے اور ہمارا ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے والا ہو۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 308-309)

امیر، صدر اور دوسرے عہدیدار پہلے اپنے جائزے لیں کہ کیا ان کی اطاعت کے معیار ایسے ہیں کہ ہر حکم جو خلیفہ وقت کی طرف سے آتا ہے اس کی بلا چون و چرا تعمیل کرتے ہیں

’’قرآن کریم میں بھی متعدد جگہ اطاعت اور فرمانبرداری کے حکم دیئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ یہی ایک راز ہے جو جماعتی ترقی کے لئے جاننا ضروری ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جاننا ضروری ہے جو جماعت سے منسلک ہے۔ پس اس بات کو سمجھنے کی افراد جماعت کو بہت زیادہ ضرورت ہے۔ خاص طور پر آجکل کے دور میں جبکہ آزادی کے نام پر ان غلط خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ کیوں ہم پابندیاں کریں؟ کیوں ہمارے پر پابندیاں عائد ہوتی ہیں؟ کیوں ہمیں بعض معاملات میں آزادی نہیں؟ ایک احمدی مسلمان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام نے ہر جائز آزادی اپنے ماننے والوں کو دی ہے اور جتنی آزادیاں اسلام میں ہیں شاید ہی کسی دوسرے مذہب میں ہوں بلکہ اس کے مقابلے میں نہیں ہیں۔ لیکن بعض حدود جو قائم کی ہیں وہ انسان کے اپنے اخلاق کی درستی کے لئے، روحانی ترقی کے لئے اور جماعتی یکجہتی کے لئے اور جماعتی ترقی کے لئے قائم کی گئی ہیں اور ان کے اندر رہنا ضروری ہے۔ یہاں میں عہدیداروں کو بھی کہوں گا کہ اگر جماعتی ترقی میں ممد و معاون بننا ہے اور عہدے صرف بڑائی کی خاطر نہیں لئے گئے۔ اپنے اظہار کی خاطر نہیں لئے گئے۔ اپنی انا کی تسکین کی خاطر نہیں لئے گئے تو اطاعت کے مضمون کو سمجھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہر سطح کے عہدیداروں کو ہے۔ اگر عہدیدار اس مضمون کو سمجھ جائیں تو افراد جماعت خود بخود اس کی طرف توجہ کریں گے اور ہر سطح پر اطاعت کے نمونے ہمیں نظر آئیں گے۔ ہمیں اونٹوں کی قطار کی پیروی کرتے ہوئے سب نظر آئیں گے۔ ایک رخ پر چلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ امام کے قدم سے قدم ملاتے ہوئے چلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ پس امیر بھی، صدر بھی اور دوسرے عہدیدار بھی پہلے اپنے جائزے لیں کہ کیا ان کی اطاعت کے معیار ایسے ہیں کہ ہر حکم جو خلیفہؑ وقت کی طرف سے آتا ہے اس کی بلا چون و چرا تعمیل کرتے ہیں یا اس میں تاویلیں نکالنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔ اگر تاویلیں نکالتے ہیں تو یہ اطاعت نہیں۔ روایات میں ایک واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا آتا ہے۔ جب گلی میں چلتے ہوئے آپ کے ایک صحابی عبد اللہ بن مسعود نے ’’بیٹھ جاؤ‘‘ کی آواز سنی اور بیٹھ گئے۔ آواز سن کر یہ نہیں کہا کہ یہ حکم تو اندر مسجد والوں کے لئے ہے بلکہ آواز سنی اور بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے مشکل سے قدم قدم مسجد کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ کسی پوچھنے والے نے پوچھا کہ یہ آپ کو کیا ہوا ہے جو اس طرح گھسٹ رہے ہیں۔ آپ نے یہی جواب دیا کہ اندر سے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی تھی کہ بیٹھ جاؤ تو میں بیٹھ گیا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ یہ حکم تو اندر والوں کے لئے تھا۔ آپ نے جواب دیا مجھے اس سے غرض نہیں کہ یہ اندر والوں کے لئے ہے یا باہر والوں کے لئے یا سب کے لئے۔ میرے کان میں اللہ کے رسول کی آواز پڑی اور میں نے اطاعت کی۔ پس یہی میرا مقصد ہے۔

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 345-346)

اپنی عملی اصلاح کے جائزے بھی لیتے رہیں

’’جلسہ پر آنا صرف اس مقصد کے لئے ہونا چاہئے کہ اس نے یا آپ نے دین سیکھنا ہے اور اس ماحول میں اپنی روحانی ترقی کے سامان کرنے ہیں اور پھر اس روحانی ترقی میں اپنی نسلوں کو بھی شامل کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس درد کو ہمیشہ محسوس کرتے رہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں۔‘‘ فرمایا: ’’انسان اس وقت سوجا کھا کہلا سکتا ہے جب کہ باطنی رؤیت یعنی نیک و بد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے اور پھر نیکی کی طرف جھک جائے۔‘‘ فرمایا: ’’نجات انہیں کو ہے کہ جو دنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دل تھے۔‘‘ فرمایا کہ ’’جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا صرف تقویٰ پہنچتی ہے ایسا ہی جسمانی رکوع وسجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع وسجود وقیام نہ ہو۔‘‘ فرمایا کہ ’’دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔‘‘

پھر آپ نے یہ بھی دعا دی کہ ’’خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے۔‘‘

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 397-398)

پس ہماری عملی اصلاح کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی یہ دعائیں ہیں۔ یہ دلی جذبات ہیں۔ یہ درد ہے اور ان جلسوں کا مقصد بھی یہی عملی اصلاح ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرمایا ہے کہ ان تین دنوں میں اپنی عملی اصلاح کے جائزے بھی لیتے رہیں اور اس طرف توجہ بھی دیں۔ ہمارے یہ معیار اس وقت قائم ہوں گے جب ہم ایک فکر کے ساتھ اس کی کوشش کریں گے۔ آپ علیہ السلام کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک لفظ درد انگیز اور ہمیں ہلا دینے والا ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 357-358)

جلسہ پر آنے والے اپنا جائزہ لیں کہ کس حد تک وہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ ہم سے چاہتے ہیں

''جلسہ پر آنے والے اپنا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کس حد تک ہم وہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے چاہتے ہیں۔ جلسہ کے دنوں میں یہ ماحول اللہ تعالیٰ نے میسر فرمایا ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کے عملی اظہار ہو سکتے ہیں اور پھر ان عملی اظہاروں کو زندگی کا مستقل حصہ بنانے کی کوشش ہو۔''

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 360)

عہدیداران، نیشنل عاملہ کے عہدیداران اور مرکزی کارکنان کو اپنی حالتیں بہتر کرنے کے جائزے لینے کی ضرورت ہے

''اب میں بعض باتیں وہ بھی کرنا چاہتا ہوں جو ہمیں اپنے جائزوں کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہیں۔ جہاں ہمیں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے اور ہوتے ہیں کہ وہ کس کس طرح اپنی تائیدات اور نصرت کے نظارے دکھاتا ہے وہاں ہمیں اس بات کی بھی فکر ہونی چاہئے کہ کہیں ہم میں سے کسی ایک کی بھی کوئی ایسی حرکت یا ہماری شامت اعمال اسے ان فضلوں کا حصہ بننے سے محروم نہ کر دے۔ دوسروں کو تو عموماً خوبیاں نظر آتی ہیں لیکن ہمیں اپنی کمی اور خامیوں کی طرف بھی نظر رکھنی چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ کس طرح ہم اپنی حالتوں اور اپنے کاموں کو بہتر کر سکتے ہیں۔ خاص طور پر عہدیداران اور ان میں سے بھی خاص طور پر نیشنل عاملہ کے عہدیداران اور مرکزی کارکنان کو اس جائزے کی ضرورت ہے۔

وہاں بعض باتیں ایسی توجہ طلب تھیں یا خامیاں اور کمزوریاں تھیں (کہ جن کی طرف میں نے جب توجہ دلائی) تو اس کے بعد جرمنی کے امیر صاحب نے مجھے یہ لکھ دیا کہ ہم میں جو کمزوریاں رہ گئی ہیں اس کے لئے معذرت اور معافی۔ لیکن یہ لکھ دینا کافی نہیں جب تک سارا سال ان باتوں کے جائزے نہ لیں اور عملی طور پر اس کی درستی کے سامان نہیں کرتے، اس معذرت کا کوئی فائدہ نہیں۔ معذرتیں اور معافیاں تو کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ اصل چیز اصلاح ہے اور عملی کوشش ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 384)

ہر فرد جماعت اور ہر مومن بننے والے کی خواہش رکھنے والے کو اپنے انفرادی جائزے لیتے ہوئے تقویٰ کے معیاروں کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے

''ہمیں صرف اس بات پر ہی تسلی نہیں پکڑ لینی چاہئے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان لیا اور خلافت کا نظام ہم میں موجود ہے اور ہم ایک نظام کے تحت چل رہے ہیں۔ روزوں کے ساتھ تقویٰ کے معیاروں کو بلند کرنے کی طرف توجہ دلا کر اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کی ذمہ داری لگا دی ہے کہ جماعت کی برکات سے، خلافت کی برکات سے حصہ لینے کے لئے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا صحیح فائدہ اٹھانے کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہونے کا صحیح فیض پانے کے لئے، اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بننے کے لئے تقویٰ شرط ہے اور یہ رمضان کا مہینہ اس تقویٰ میں ترقی کا ایک ذریعہ ہے۔ پس اس سے فائدہ اٹھا لو جتنا اٹھا سکتے ہو۔ اس لئے ہر فرد جماعت کو اور ہر مومن بننے والے کی خواہش رکھنے والے کو اپنے انفرادی جائزے لیتے ہوئے تقویٰ کے معیاروں کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 414-415)

رمضان میں اپنا جائزہ لو کہ کس حد تک تم قرآن کریم پر عمل کر رہے ہو

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رمضان کے مہینے میں روزوں کے ساتھ جو ایک مجاہدہ ہے اس علم و عرفان کے خزانے کو پڑھنے اور سیکھنے کی بھی کوشش کرو اور اس کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناؤ۔ اس کے احکامات پر غور کرو اور اپنی زندگیوں پر لاگو کرو۔ اس کے بھولے ہوئے حصے کو اس مہینے میں بار بار دہرا کر تازہ کرو۔ اس کی تعلیمات کی جگالی کر کے اس مہینے میں اپنا جائزہ لو کہ کس حد تک تم قرآن کریم پر عمل کر رہے ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ ہمیں فرماتا ہے کیونکہ یہی باتیں ہیں جو دنیا و عاقبت سنوارنے والی بنتی ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 423)

اپنی دعاؤں کا ہر کوئی جائزہ لے سکتا ہے

''جب ہم نے ہر ترقی دعاؤں کے طفیل دیکھنی ہے اور ہر دشمن کو دعاؤں سے زیر کرنا ہے تو پھر دعا کی اس اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے کس قدر توجہ ہمیں دعاؤں کی طرف دینی چاہئے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہم کس قدر توجہ دعاؤں کی طرف دے رہے ہیں۔ اس کا اندازہ اور جائزہ ہم میں سے ہر ایک اپنی حالت کو دیکھ کر لگا سکتا ہے اور جائزہ لے سکتا ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 481)

ہر ایک اپنی حالتوں کے ہر وقت جائزے لیتا رہے کہ کبھی ہم اپنے مسائل میں اس قدر نہ الجھ جائیں کہ لوگوں کے لئے دعاؤں کا احساس نہ رہے

''یہ تو ایک حقیقی مومن کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ خدا سے تعلق کاٹے لیکن بعض دفعہ کمزوریوں کی وجہ سے دعاؤں میں کمی آ جاتی ہے اور دنیاوی معاملات کی وجہ سے اسباب کی طرف توجہ ہو جاتی ہے یا دعاؤں کا حق ادا نہیں ہوتا۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی حالتوں کے ہر وقت جائزے لیتا رہے کہ کبھی ہم اپنے مسائل میں اس قدر نہ الجھ جائیں کہ ان لوگوں کے لئے دعاؤں کا احساس نہ رہے جو جماعت کے افراد ہونے کی وجہ سے مشکلات میں گرفتار ہیں۔ یاد رکھیں ہر فرد جماعت کی دعا اور اللہ تعالیٰ کو اس کے رحم، مغفرت، بخشش اور مختلف صفات کا واسطہ دے کر جو دعا ہے یہ جماعتی تکالیف کو بھی دُور کرنے کا باعث بنتی ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 488)

ہمیں جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ چھوٹے بڑے جھگڑے ختم ہوں

''ہمیں جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو یہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہم اس پر عمل کرنے لگ جائیں تو جتنے چھوٹے بڑے جھگڑے ہمارے ہوتے ہیں یہ سب ختم ہو جائیں۔ ذاتی اناؤں کا وہیں سوال پیدا ہوتا ہے، بغض اور غصہ وہیں بھڑکتا ہے جب تقویٰ نہ ہو۔ جب خدا تعالیٰ کا خوف نہ ہو جب ذاتی مفادات کو دوسروں کے مفادات پر ترجیح دی جا رہی ہو۔ پس یہ تقویٰ پیدا کرنا ہر مؤمن کا فرض ہے۔ ہر اس شخص کا فرض ہے جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ہر اس شخص کا فرض ہے جو جلسے میں شامل ہو رہا ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا وارث بننا ہے، جلسے کی برکات سے فیض اٹھانا ہے تو تمام جھگڑوں کو ختم کرنے کی ضرورت ہے، ان باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔''

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 521)

ہم اپنے جائزے لیتے رہیں کہ کس حد تک ہمارے اندر احمدیت کی جڑیں مضبوط ہوتی چلی جا رہی ہیں

''یاد رکھنا چاہئے کہ جو بھی واقعات یہاں بیان ہوتے ہیں، یہ قصے کہانیاں نہیں بلکہ حقائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چلائی ہوئی ہوا کے وہ چند نمونے ہیں جو میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ایسے بیشمار واقعات ہوتے ہیں جن میں سے چند ایک میں لیتا ہوں اور جلسے کے لئے جو واقعات چنے جاتے ہیں۔ وہ بھی وہاں بیان نہیں ہو سکتے۔ اس لئے گزشتہ سال میں نے کہا تھا کہ دوران سال بھی میں موقع ملا تو بیان کرتا رہوں گا۔ لیکن کچھ بیان ہوئے، کچھ نہیں ہو سکے۔ پھر اس سال کے بہت سارے واقعات جمع ہو گئے۔

بہر حال یہ واقعات بیان میں اس لئے کرتا ہوں کہ ہمارے ایمانوں میں مضبوطی پیدا ہو اور ہم بھی اپنے جائزے لیتے رہیں کہ کس حد تک ہمارے اندر بھی احمدیت کی جڑیں مضبوط ہوتی چلی جا رہی ہیں کس طرح ہمیں بھی اپنی عبادتوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ کس طرح ہمیں بھی احمدیت قبول کرنے کے بعد خدا تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔

بہر حال اس حوالے سے آج میں نئے شامل ہونے والوں کے کچھ واقعات بیان کروں گا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی فرماتا ہے۔ انہیں صرف دلچسپ واقعات سمجھ کر ہمیں نہیں سننا چاہئے بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ایمان میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور بننی چاہئے۔ اپنی حالتوں کے جائزے لینے والی ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے جماعت کے ساتھ سلوک پر شکر گزاری کے جذبات کا اظہار کرنے والی ہونی چاہئے۔ اپنی ذمہ داری کا احساس اور اس کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے والی ہونی چاہئے۔ دنیا تک صداقت کا پیغام پہنچانا، ان کی رہنمائی کرنا آج ہمارا کام ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے۔ پس اس کام کی ادائیگی کی طرف جہاں ہمیں کوششوں کی ضرورت ہے وہاں اپنی عملی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق ڈھالنے کی بھی ضرورت ہے تا کہ ہمارے عملی نمونے نئے آنے والوں کے ایمانوں کو مزید مضبوط کرتے چلے جائیں۔

بہر حال جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور کس طرح اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے اس کے نمونے پیش کروں گا۔''

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 551-552)

ہمیں جائزے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم نمازوں کا حق ادا کر کے نمازیں پڑھتے ہیں؟

’’یہ بڑی قابل غور بات ہے۔ کہنے کو تو ہر مسلمان یہی کہتا ہے کہ مجھے خدا سے محبت ہے، مجھے رسول سے محبت ہے۔ اسی لئے مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کبھی کسی مسلمان کے منہ سے ہم یہ نہیں سنیں گے کہ مجھے خدا یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے۔ لیکن کتنے ہیں جو خدا اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے والے ہیں۔ صرف نماز کو ہی لے لیں۔ ہمیں جائزے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم نمازوں کا حق ادا کر کے نمازیں پڑھتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جن کے جواب یہ ہیں کہ تین نمازیں یا چار نمازیں پڑھتے ہیں۔ پھر بہت سے ایسے ہیں جو نماز کی ادائیگی میں اتنی جلدی کرتے ہیں کہ جیسے ایک بوجھ گلے سے اتار رہے ہوں۔ نماز جو خدا تعالیٰ کے قریب کرنے اور اس سے محبت کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ اگر اس کی ادائیگی ہم سنوار کر نہیں کر رہے تو محبت کے تقاضے ہم پورے نہیں کر رہے۔ پھر ایمان لانے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہیں اللہ اور رسول کسی فیصلے کے بارے میں بلاتے ہیں، کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

پس ہر ایک کو اس معیار کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ خود اپنا جائزہ ہی ہمیں اپنی حالتوں کے بارے میں بتا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے بے شمار احکام دیئے ہیں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ سات سو حکم ہیں۔ اور جو اُن کو نہیں مانتا، ان پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ مجھ سے دُور ہو رہا ہے اپنا تعلق مجھ سے کاٹ رہا ہے۔

(ماخوذ از کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

پس اللہ تعالیٰ پر ہمارا ایمان تب مکمل ہو گا جب ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کر رہے ہوں گے۔ پھر ہم کہتے تو یہ ہیں کہ ہم آخرت پر ایمان لاتے ہیں لیکن ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ یہ آخرت پر ایمان کا دعویٰ صرف منہ کی باتیں ہیں کیونکہ اگر آخرت پر ایمان کامل ہو تو انسان بہت سے گناہوں اور حقوق کے غصب کرنے سے بچتا ہے۔ ہم دنیاوی قانون کے خوف سے تو بہت سے کام کرنے سے رُک جاتے ہیں کہ پکڑے گئے تو کیا ہو گا اور افسروں کی اطاعت بھی ہم ان کے خوف سے کرتے ہیں۔ لیکن بہت سے غلط کام ہم میں سے بہت سے اس لئے کرتے ہیں کہ آخرت کے بارے میں باوجود دعوے کے ہم سوچتے نہیں۔ بہت سے ہم میں سے اگر کبھی خشوع سے نمازیں پڑھ بھی رہے ہوں گے تو اس لئے پڑھتے ہیں کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے دعا کریں۔ دنیاوی مقاصد ان میں بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ مسجدوں میں بعض اس لئے بھی آ جاتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اتنا عرصہ ہوا مسجد میں نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے قیام نماز خدا تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں۔ باجماعت نمازیں، ان کی پابندی، وقت پر ادائیگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ ان کی عبادتیں خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہوتی ہیں۔ ان کی مالی قربانیاں بھی خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے علاوہ انہیں کسی کا خوف نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو صرف ایمان کا دعویٰ کرنے والے نہیں ہیں بلکہ انہیں ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت بھی نظر آتی ہے۔ ہر قدم ان کا ہدایت کے نئے سے نئے راستوں کی طرف اٹھتا ہے۔ ہر راستہ ان کے لئے فلاح کے دروازے کھولتا چلا جاتا ہے۔ کامیابیوں کے دروازے کھولتا چلا جاتا ہے۔ یہ ہدایت انہیں کامیابیوں کی طرف لے جاتی ہے۔ انہیں کامیابیاں نصیب ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر یہ احسان ہے کہ اس نے جماعت کو ایسے مومنین عطا کئے ہیں جن کے ایمان کے دعوے ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ان کا مقصد ہوتا ہے اور یہی راز ہے جس کی وجہ سے جماعت احمدیہ من حیث الجماعت ترقی کی منازل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ پس ان فضلوں کا حصہ بننے کے لئے، مسجد کی آبادی کا حق ادا کرنے کے لئے، جیسا کہ میں نے کہا ہم میں سے ہر ایک کو ہر وقت اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے تا کہ کوئی احمدی مرد و عورت ایسا نہ رہے جو اس ترقی کی برکات اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے سے محروم رہے۔ ہمارے خوف دنیاوی خوف نہ ہوں بلکہ اگر کوئی خوف ہو تو اس محبت سے بھرا ہوا ہو کہ ہمارا پیارا خدا ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ پس اس مسجد کے بننے کے بعد جب دنیا کی نظر ہم پر ہو گی تو ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ہمیں پہلے سے بڑھ کر اپنے جائزے لینے ہوں گے۔ ہمیں اپنے عملوں کو اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہو گی، تبھی ہم مسجد دیکھ کر اس طرف متوجہ ہونے والوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 581-583)

(باقی آئندہ ہفتہ کو ان شاء اللہ)

مرسلہ: عدنان احمد ورک

قبولیت دعا کا ایک نشان

الحمدللہ ثم الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قبولیت دعا کا نشان دکھاتے ہوئے خاکسار کو نرینہ اولاد سے نوازا ہے۔ لہٰذا تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا دیگر احباب کو تحریک پیدا ہو اور ازدیاد ایمان کا باعث بنے۔

خاکسار کی دو بیٹیاں ہیں ایک بیٹا ہوا تھا جو 20 دن بعد فوت ہو گیا تھا۔ خاکسار کو سیرت المہدی پڑھنے کا موقع ملا جس میں بہت سی ایسی روایات پڑھیں کہ جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ سے نرینہ اولاد کیلئے دعا کی درخواست کرتے تو حضورؑ اسے ایک نمایاں رقم خدا کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے فرماتے نیز حضرت مسیح موعودؑ کے منہ مبارک سے کوئی بات رسماً بھی نکلتی تو خدا تعالیٰ اسے بعینہٖ ہی پوری کر دیتا۔ ان روایات سے متاثر ہو کر خاکسار اور اہلیہ نے شادی کا زیور تحریک جدید میں دے دیا اور دوسرے حصہ کو پورا کرنے کیلئے خاکسار نے حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں درخواست کی کہ حضور! خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کے منہ سے نکلے الفاظ ضرور پورا فرماتا ہے آپ خاکسار کو نرینہ اولاد کی دعا لکھ کر بھجوائیں۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے ولیطمئن قلبی فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ سے اطمینان قلب کیلئے کوئی تسلی مانگی اسی اطمینان قلب کیلئے پیارے آقا خاکسار کو نرینہ اولاد کی دعا دیں تا خدا اپنے پیارے کے منہ سے نکلے الفاظ پورے فرمائے آمین۔ پیارے آقا ایدہ اللہ نے شفقت فرماتے ہوئے خاکسار کی درخواست قبول فرمائی اور اپنے خط مبارک مورخہ 15-07-2021 میں خاکسار کو دعا دیتے ہوئے فرمایا **’’اللہ تعالیٰ آپ کی بیٹیوں کو نیک قسمت اور خادمہ دین بنائے اور آئندہ نیک نرینہ اولاد عطا فرمائے‘‘** اس خط کے بعد ایک دفعہ ایک ایسے احمدی دوست میرے پاس بیٹھے جن کی نرینہ اولاد نہ تھی خاکسار نے انہیں حضور انور کی خط میں بھیجی ہوئی دعا کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ خاکسار کو اتنا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور خاکسار کو نرینہ اولاد سے نوازے گا۔ جتنا دن چڑھے سورج پر یقین ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے اہلیہ امید سے ہوئیں۔ دوران حمل باقاعدگی سے حضور انور ایدہ اللہ کو دعائیہ خطوط بھجواتا رہا اور نماز میں ایک ہی دعا مانگتا کہ خدا تعالیٰ خاکسار کو پیارے آقا کی قبولیت دعا کا نشان بنائے۔ آمین۔ باوجود کئی بار الٹراساونڈز ہونے کے ہم نے آخری دن تک پتہ نہ کروایا کہ بیٹا ہے یا بیٹی۔ بس حضور انور کی قبولیت دعا کا معجزہ دیکھنے کی تڑپ دل میں قائم رہی۔ لیکن ساتھ بشری تقاضے کے تحت خفیف سا خیال بھی آتا کہ خدا کے ارادوں کے بھید کون جانے۔ بالآخر مورخہ 10-11-2022 کو خدا تعالیٰ نے خاکسار کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ الحمدللہ علی ذلک۔ اس کا نام حضور انور کے بابرکت نام ’’مسرور احمد‘‘ پر رکھنے کی اجازت کیلئے پیارے آقا کی خدمت اقدس میں خط لکھا ہوا ہے اور موصوف وقف نو کی بابرکت تحریک میں بھی شامل ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ اپنی راہوں پر چلائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کا سلطان نصیر بنائے اور صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔

دعا کا تحفہ

تلاوت قرآن کریم کی دعائیں

قرآن شریف کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھا جائے یعنی میں راندے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں نیز ہر اہم کام کی طرح تلاوت سے پہلے بھی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا موجب برکت ہے۔

حضرت عوفؓ بن مالک اشجعی بیان کرتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل نماز کے لئے کھڑا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ بقرہ کی تلاوت کی۔ آپؐ کسی رحمت کی آیت سے نہیں گزرے مگر رُک کر رحمت طلب کرتے۔ اور کسی عذاب کی آیت سے نہیں گزرے مگر وہاں توقف فرما کر عذاب سے پناہ مانگتے۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

حضرت حذیفہؓ کی روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ جہاں تسبیح کا موقع ہوتا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ کہتے یعنی اللہ پاک ہے۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ)

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 84)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

درثمین احمد۔جرمنی

اطفال کارنر

مابہ سے حضرت سلمان فارسیؓ

پیارے بچو! حضرت سلمان فارسیؓ کا نام اگرچہ کسی بھی تعارف کا محتاج نہیں۔ایک عاشق اور فدائی صحابیٔ رسولؐ کی حیثیت سے کم از کم ہر ایک احمدی مسلمان بچہ ان سے واقف ہے۔مگر کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ ہی وہ جلیل القدر صحابی ہیں، جن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہمارے پیارے نبیؐ نے فرمایا تھا کہ آنے والا مسیح و مہدی ان میں سے ہوگا۔اور پتا ہے کہ وہ آنے والا مسیح ومہدی کون ہے؟ جی ہاں! ہمارے پیارے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ ہی وہی مسیح و مہدی ہیں، جن کے بارے میں خبر ہمارے پیارے نبیؐ نے آج سے کئی سو سال پہلے دی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ اہل فارس کی قوم برلاس سے تعلق رکھتے تھے۔اس طرح آپؑ کا سلسلہ نسب برلاس سے جو امیر تیمور کا چچا تھا ملتا ہے اور آپؑ کے جد امجد کا نام مرزا ہادی بیگ تھا۔

تو بچو! اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کا تعلق حضرت سلمان فارسیؓ سے جا ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ اس جلیل القدر صحابی کے بارے میں جس نے اہل فارس میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور جن کے مشورے پر ہی ہمارے پیارے نبیؐ نے غزوہ خندق کے موقع پر شہر مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا، ان کے حالات بیان کیے جائیں۔ تا کہ بچوں کو اس بات کا علم ہو کہ آخر وہ عظیم المرتبت صحابیؓ عرب کیسے پہنچے اور کس طرح اپنے دل کو اسلام کی شمع سے روشن کیا۔

تو آیئے بچو! جیسا کہ اب ہم جان چکے ہیں کہ اہل فارس دراصل کون تھے، جن کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ آخرین کے زمانے میں آنے والے مسیح و مہدی کا نزول ان میں ہوا۔

میں نے اپنے طور پر کوشش کی ہے، کہ سادہ اور آسان عام فہم الفاظ میں اس کہانی کو بیان کروں۔اس سلسلہ میں، میں نے اور بھی کہانیوں سے استعفادہ کیا اور کوشش کی کہ فرضی اور من گھڑت قصے کہانیاں بیان کرنے کی بجائے اچھے لوگوں کے حالات زندگی کو قلم بند کیا جائے تا کہ ان کی اچھائیوں سے ہماری نسلیں کچھ سیکھ سکیں اور ان بزرگوں کے بارے میں ان کے پاس اس قدر علم ضرور ہو کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں تک منتقل کرسکیں۔امید کرتی ہوں کہ میری یہ کاوش آپ کو پسند آئے گی اور آپ اس سے کچھ فائدہ اٹھائیں گے۔ خاکسار کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ جزاك اللہ۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا پیدائشی نام مابہ تھا۔تقریباً پندرہ سو سال پہلے کا ذکر ہے کہ ملک فارس میں اصفہان کے علاقے کے ایک گاؤں میں ایک شخص بودخشاں نامی رہتا تھا وہ آتش پرست تھا۔ اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مابہ رکھا گیا۔ مابہ ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اس لئے قدرتی طور پر ماں باپ اسے بہت چاہتے تھے۔ مابہ نے جب ہوش سنبھالا تو اس کے والد نے اپنے عقیدے کے مطابق اس کی مذہبی تعلیم شروع کی۔لڑکا ہونہار تھا بڑے شوق سے مذہبی تعلیم حاصل کرنے لگا نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹی ہی عمر میں اس کا شمار آتش پرستوں کے نیک لوگوں میں ہونے لگا۔

مذہبی خیالات میں تبدیلی

بودخشاں کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا۔ ایک دن وہ کسی وجہ سے باہر نہ جاسکا اس نے کھیتوں کی دیکھ بھال کے لئے مابہ کو بھیج دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مابہ اکیلا گھر سے باہر نکلا۔ کھیتوں کو جاتے راستے میں ایک عیسائیوں کا گرجا تھا جب مابہ گرجے کے پاس پہنچا تو عیسائی لوگ اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کر رہے تھے مابہ کو مذہبی جستجو کا شوق تھا۔ بڑے غور سے طریق عبادت کو دیکھنے لگا۔ چنانچہ اس نے فوراً ہی فیصلہ کرلیا کہ آتش پرستی کے مقابلے میں عیسائی مذہب زیادہ اچھا ہے۔ وہ تمام دن سوچتا رہا کہ عیسائی مذہب کی پوری پوری واقفیت کیسے حاصل ہوسکتی ہے۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی شام کو مابہ گھر واپس آیا۔ اب وہ ہر وقت اسی تلاش میں رہتا تھا کہ عیسائی مذہب کی واقفیت کہاں سے حاصل کرے۔ آخر بڑی دوڑ دھوپ کے بعد معلوم ہوا کہ ملک شام میں عیسائی راہب رہتے ہیں جو اس مذہب کے عالم سمجھے جاتے ہیں۔اس نے ارادہ کرلیا کہ میں اپنی مذہبی پیاس بجھانے کے لئے شام جاؤں گا۔

شام کو روانگی

ایک دن موقع پا کر مابہ نے اپنا ارادہ باپ پر ظاہر کیا اور بتایا کہ کس طرح اس کے خیالات میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ باپ نے بہت سمجھایا کہ ہمارا مذہب سچا ہے مگر جو بات مابہ کے دل میں گھر کر چکی تھی وہ باپ کے سمجھانے سے نہ نکل سکی۔اب باپ کو فکر ہوئی کہ مابہ کہیں عیسائی نہ ہو جائے۔اس لئے وہ سختی سے اس کی نگرانی کرنے لگا۔ ادھر مابہ بھی شام جانے والے کسی قافلے کی ٹوہ میں لگا رہا۔ وہ خوب سمجھتا تھا کہ حق کے مقابلے میں ماں باپ کی محبت کو قربان کیا جاسکتا ہے۔آخر وہ ایک قافلے کے ساتھ شام روانہ ہوگیا۔

راہب سے ملاقات

قافلہ والوں نے شام کے ملک میں مابہ کو راہب کے سپرد کیا جہاں مابہ نے عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کرنا شروع کردی۔ اگرچہ کتابی تعلیم کو اب بڑے شوق سے حاصل کرتا تھا مگر راہب کی عملی زندگی اس کے دل پر کوئی اثر نہ کرسکی۔ خدا کی قدرت چند ہی دن بعد مابہ کو اس راہب کی صحبت سے نجات حاصل ہوگئی۔ راہب بیمار ہوا اور فوت ہوگیا۔ لوگ اس راہب کی بڑی عزت کرتے تھے اس لئے رواج کے مطابق اس کی تجہیز و تکفین کے لئے اعلیٰ سامان کرنے لگے۔ مابہ سے نہ رہا گیا وہ لوگوں کو راہب کی ایک کوٹھری میں لے گیا جہاں سونے سے بھرے ہوئے سات مٹکے رکھے تھے لوگ یہ دیکھ کر ہکے بکے رہ گئے اور سب کو معلوم ہوگیا کہ جس راہب کو ہم عابد، زاہد اور متقی سمجھتے تھے وہ حقیقت میں پکا دنیا دار تھا اور محتاجوں کے نام پر جو مال لوگوں سے وصول کرتا تھا اس کا سونا خرید کر جمع کرتا جاتا تھا۔ غرض لوگوں نے اس راہب کی لاش کو عزت سے دفن کرنے کی بجائے ذلت کے ساتھ سولی پر لٹکا دیا اور پتھروں کی بارش کی۔ اس راہب کے بعد جو راہب مقرر ہوا وہ ہر لحاظ سے نیک انسان تھا مابہ اس کی صحبت میں بہت خوش تھا اور بڑے شوق سے علم حاصل کرتا تھا۔ مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد راہب کو یقین ہوگیا کہ میرا آخری وقت آ پہنچا ہے۔اس نے مابہ کو اپنے پاس بلایا اور وصیت کی کہ میرے بعد موصل کے راہب کے ہاں چلے جانا یہ کہ کر اس نے دم توڑ دیا۔ اب اس کو خدا کی شان کہیے یا مابہ کا امتحان کہ وہ راہب کی وصیت کے مطابق موصل پہنچا۔ یہاں آئے ہوئے مابہ کو تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ موصل کا راہب بھی چل بسا اور مابہ کو نصیبین جانے کی وصیت کر گیا نصیبین میں بھی زیادہ عرصہ ٹھہر نا نصیب نہ ہوا اور مابہ راہب کی وصیت کے مطابق عموریہ چلا آیا۔

عموریہ کے راہب کی وصیت

عموریہ پہنچ کر مابہ نے گزراوقات کے لئے کچھ بکریاں پال لیں۔ فرصت کے وقت راہب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اپنی دینی پیاس بجھاتا۔ راہب بھی دل و جان سے مابہ کو چاہتا تھا اور بڑے شوق سے مابہ کو پڑھاتا تھا مگر آخری وقت آپہنچا اور راہب کو اپنی موت کا یقین ہوگیا اور اس نے مابہ کو اپنے پاس بلایا اور وصیت کی بیٹا تمہاری مشکلات کے ختم ہونے کا وقت آپہنچا ہے۔انجیل میں جس آخری نبی کے ظاہر ہونے کی خبر دی گئی ہے میں اس کے ظہور کی نشانیاں دیکھ رہا ہوں اگر تمہارے پاس اس نبی کا پیغام پہنچے تو فوراً اس پر ایمان لے آنا۔اس کا دین، دین ابراہیم ہوگا وہ ملک عرب میں پیدا ہوگا اور ایسے شہر کی طرف ہجرت کرے گا جس میں کھجور کے درخت بہت ہونگے۔ وہ صدقہ کا مال کھانے سے انکار کرے گا۔ البتہ جو چیز بطور تحفہ پیش کی جائے گی اسے قبول کرے گا۔ اس کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت بھی ہوگی۔ یہ وصیت کر کے راہب نے تو ملک عدم کی راہ لے لی اور مابہ عرب جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

عموریہ سے مدینہ

اتفاق سے ایک قافلہ عرب جانے والا تھا۔ مابہ نے اپنی گائیں اور بکریاں اس شرط پر قافلہ والوں کو دے دیں کہ وہ اسے عرب پہنچادیں گے۔ جب قافلہ وادی القری میں پہنچا تو مابہ کو ایک نئ مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ قافلے والوں نے اپنا غلام ظاہر کر کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ مگر چند دن کے بعد اس یہودی کا چچا زاد بھائی مدینے سے آیا اور مابہ کو خرید کر اپنے ساتھ لے گیا۔ مدینہ پہنچتے ہی مابہ کی پہلی نظر کھجور کے درختوں پر پڑی اسے فوراً راہب کی وصیت یاد آگئی اور اسے اس خیال سے تسکین ہوئی کہ ہو نہ ہو یہی وہ جگہ ہے جہاں میری قسمت کا ستارہ چمکنے والا ہے۔غرض مابہ تو مدینہ میں غلامی کی زندگی بسر کر رہا تھا اور ادھر مکہ میں آفتاب رسالت پوری آب و تاب سے طلوع ہو چکا تھا۔ مابہ گھڑیاں گن رہا تھا مگر کیا کرتا غلام تھا۔ دل میں امنگیں اٹھتی تھیں اور بیٹھ جاتی تھیں۔ خدا کا آخری پیغمبرؐ دنیا کو خدا کا پیغام دے رہا تھا۔ مگر مابہ مجبور تھا وہ مدینہ میں تھا جہاں سے مکہ بہت دور تھا۔

مدینہ میں نبیؐ کی آمد

حضرت محمدؐ نے مکہ میں اسلام کی دعوت دی۔ قدرتی طور پر اکثر لوگوں نے مخالفت کی اور آپؐ اور آپ کے ساتھیوں کو ستانا شروع کر دیا کچھ مسلمان کافروں سے تنگ آ کر مدینہ چلے گئے اور مدینہ والوں کو اسلام کا پیغام دینے لگے۔ جب کافروں نے دیکھا کہ مکہ میں بہت تھوڑے مسلمان رہ گئے ہیں تو انہوں نے مشورہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کو نعوذباللہ قتل کر کے دین اسلام کا خاتمہ کر دیں لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ آنحضرت ﷺ صرف ایک ساتھی حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ راتوں رات گھر سے نکل گئے اور تین راتیں جبل ثور کے غار میں گزار کر صحیح سلامت مدینہ پہنچ گئے۔

مابہ کو نبیؐ کی اطلاع

ایک دن مابہ کھجور کے ایک درخت پر چڑھ کر کام کر رہا تھا نیچے اس کا مالک بیٹھا تھا۔ کچھ دیر کے بعد مالک کا ایک رشتے دار وہاں آیا اور

کہنے لگا تمہیں کچھ خبر ہے محلہ میں مکہ سے ایک شخص آیا ہے اور نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مابہ نے جب یہ باتیں سنیں تو خوشی سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا وہ جلدی جلدی نیچے آیا اور چاہا کہ نبی کے متعلق کچھ اور بات چیت کرے۔ مالک کو اس کی اس حرکت پر غصہ آیا اور ایک زور کا تھپڑ مارا اور کہا کہ جا اپنا کام کر۔ مابہ غلام تو تھا ہی پھر درخت پر چڑھ گیا۔ جب کام ختم ہوا تو سیدھا قبا کے محلے پہنچا۔

نبیؐ کی پہچان

مابہ کو عموریہ کی وصیت یاد تھی۔ اس نے چلتے ہوئے اپنے ساتھ کچھ کھجوریں بھی لے لیں اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کھجوروں والا ہاتھ آگے بڑھایا اور عرض کیا حضور! یہ صدقہ قبول کیجئے۔ آپ ﷺ نے کھجور ہاتھ میں لے کر اپنے غریب ساتھیوں میں تقسیم کر دیں اور خود نہ کھائیں۔ دوسرے دن مابہ کچھ کھانا لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا حضور! یہ تحفہ قبول فرمائیے۔ حضورؐ نے کھانا لے کر خود بھی کھایا اور ساتھیوں کو بھی کھلایا۔ اب تو مابہ کے شوق کی کوئی انتہا نہ رہی۔ راہب کی بتائی ہوئی دو نشانیاں اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اب صرف ایک نشانی اور تھی جس کو دیکھنے کیلئے مابہ بیتاب تھا وہ بار بار نبی کریم ﷺ کے کندھوں کی طرف دیکھتا رہا۔ نبی کریم ﷺ اس کا مطلب پا گئے۔ چادر کو ذرا سرکا دیا۔ چادر کا سرکنا تھا مہر نبوت چمک اٹھی۔ اس چمک نے نہ صرف مابہ کی آنکھوں کو روشن کیا بلکہ دل کو بھی نور ایمان سے منور کر دیا۔ بے اختیار بول اٹھا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔

مابہ سے حضرت سلمانؓ

حضرت رسول مقبول ﷺ نے محبت سے مابہ کو اپنے پاس بٹھالیا۔ مابہ نے اول سے آخر تک اپنی داستان بیان کی۔ جب نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ اب وہ ایک یہودی کا غلام ہے تو دل بھر آیا۔ غرض جب مابہ اپنی داستان کہہ چکا تو جناب رسالت مآب ﷺ نے اسے حلقہ بگوش اسلام میں داخل کر لیا اور سلمان نام رکھا۔ سلمان چونکہ فارس کے رہنے والے تھے اس لئے سلمان فارسیؓ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آئندہ ان کا ذکر خیر مابہ کی بجائے سلمان کے نام سے ہوگا۔ حضرت سلمانؓ مسلمان ہو کر اپنے یہودی مالک کے گھر چلے گئے۔

غلامی سے چھٹکارا

سلمان کی غلامی نبی کریم ﷺ کو بہت کھٹکتی تھی۔ ایک دن آپ نے حضرت سلمان کو بلا کر فرمایا کہ اپنے مالک سے دریافت کرو کہ وہ تمہیں کس قیمت پر آزاد کرسکتا ہے۔ حضرت سلمانؓ نے مالک سے اپنی آزادی کی بات چیت کی اور بارگاہ رسالت کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ یہودی نے کھجور کے تین سو درخت اور چالیس اوقیہ سونا طلب کیا ہے۔ رسالت مآبؐ نے یہ واقعہ مسلمانوں کے سامنے بیان فرمایا اور اس بات پر زور دیا کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے بھائی سلمان کو آزاد کرانے میں پوری مدد کرے۔ مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد کو دل و جان سے قبول کیا اور دس دس بیس بیس کر کے تین سو درخت کر دیے جب درختوں کا انتظام ہو گیا تو حضور پر نورؐ نے حضرت سلمانؓ سے فرمایا کہ یہودی جس زمین میں درخت لگوانا چاہتا ہے تم اس کو تیار کرو درخت میں اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا پھر کیا تھا حضرت سلمانؓ نے زمین جوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے درخت لگائے اور ایسے لگائے کہ خدا کی قدرت سے سب ہرے بھرے ہو گئے۔ غرض جب درخت لگ گئے تو رسول مقبولؐ نے چالیس اوقیہ سونا اپنی گرہ سے دے کر حضرت سلمانؓ کو آزاد کرا دیا۔ حضرت سلمانؓ اس شان کریمی پر ایسے فدا ہوئے کہ مرتے دم تک شمع رسالتؐ کا پروانہ بنے رہے۔ غلامی سے چھٹکارا پاکر حضرت سلمانؓ نے ایک نئی زندگی میں قدم رکھا۔ یہی زندگی تھی جس کے لئے انہوں نے گھر بار چھوڑا۔ ماں باپ سے رشتہ توڑا اور مال و دولت سے منہ موڑا تھا۔ مدینہ میں حضرت سلمانؓ کا کوئی رشتہ دار نہ تھا۔ وہ بھی ایک طرح سے مہاجر تھے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے ایک مشہور انصاری حضرت ابو درداءؓ سے حضرت سلمانؓ کا بھائی چارہ کر دیا۔ اب حضرت سلمانؓ اپنے دینی بھائی حضرت ابو درداءؓ کے مکان میں رہنے لگے اور اس طرح ان کی تمام پریشانیوں کا خاتمہ ہو گیا۔

مسلمانوں کے لئے اللہ کی راہ میں جنگ کرنا سب سے بڑی عبادت ہے اور سچ تو یہ ہے کہ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج اسی بڑی عبادت کے لئے تیاری کا سبق دیتی ہیں۔ شروع شروع میں مسلمانوں کو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے کافروں کے خلاف بہت لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ اس وقت حضرت سلمانؓ غلام تھے۔ اس لئے وہ ان لڑائیوں میں حصہ نہ لے سکے۔ جب آزاد ہوئے تو سب سے پہلے جنگ خندق پیش آئی۔ اس دفعہ مکہ کے گرد و نواح کے تمام کافر یہ طے کر کے آئے تھے کہ مسلمانوں کا بالکل خاتمہ کر دیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے جب یہ خبر سنی تو مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمانؓ نے یہ عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ شہر کے گرد ایک خندق کھودی جائے تا کہ دشمن شہر کے اندر داخل نہ ہوسکیں۔ حضرت سلمانؓ کی یہ رائے بہت پسند کی گئی۔ چنانچہ تین ہزار مسلمانوں نے مدینہ کے گرد چند دنوں میں کافی چوڑی اور گہری خندق تیار کر دی۔ کافروں نے خندق کے باہر ڈیرے ڈال دیے اور ادھر مسلمان بھی مقابلے کے لئے تیار تھے۔ کافر بہت دن تک مدینے کو گھیرے بیٹھے رہے۔ مگر آخر فتح مسلمانوں کی ہوئی اور کافر ناکام ہو کر واپس چلے گئے۔ یہ بات حضرت سلمانؓ کے لئے فخر کا سبب بنی کہ ان کی رائے پر عمل کرنے سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اس کے بعد چھوٹی بڑی جتنی لڑائیاں پیش آئیں حضرت سلمانؓ سب میں شریک ہوئے اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب مسلمانوں نے ایران پر چڑھائی کی تو حضرت سلمانؓ بھی لشکر کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے اہل وطن کو مخاطب کر کے کہا کہ اگرچہ میرا وطن ایران ہے۔ مگر خدا کے فضل سے اب میں مسلمان ہوں۔ اگر تم بھی اسلام قبول کرو تو ہمارے بھائی بن جاؤ گے ورنہ جزیہ دینا قبول کرو اور اسلام کی حفاظت میں آ جاؤ اگر یہ شرط بھی قبول نہیں تو جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ایرانیوں نے آخری شرط قبول کی۔ اسلامی لشکر نے حملہ کیا اور ایرانیوں کا قلعہ فتح کر لیا۔

عزت و وقار

حضرت سلمانؓ کی عزت اور وقار کا یہ حال تھا کہ انصار کہتے تھے کہ حضرت سلمانؓ ہم سے ہیں کیونکہ ہجرت سے پہلے وہ مدینہ میں مقیم تھے۔ مہاجر کہتے تھے کہ حضرت سلمانؓ ہم سے ہیں کیونکہ ہماری طرح انہوں نے وطن اور رشتہ داروں کو چھوڑا ہے۔ یہ جھگڑا بارگاہ رسالت میں پیش ہوا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا! سلمان نہ انصار سے ہے نہ مہاجرین سے بلکہ اہل بیت سے ہیں۔ اللہ اکبر کس قدر عزت اور وقار ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ آنحضرت ﷺ کی بہت خدمت کرتے تھے۔ حضور ﷺ بھی حضرت سلمانؓ کو بہت چاہتے تھے اور اکثر راتوں کو بہت دیر تک باتیں کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ! جنت کو تین آدمیوں کا انتظار ہے وہ تین آدمی علی، عمار اور سلمان ہیں۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ ’’جس شخص سے بلال، صہیب اور سلمانؓ ناراض ہوں گے اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں چار شخص ایسے ہیں جو پورے ملک میں سب سے پہلے مسلمان ہیں عرب میں پہلا مسلمان میں ہوں، حبشہ میں بلال، روم میں صہیب اور ایران میں سلمان۔‘‘

طبیعت کی سادگی

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت سلمانؓ مدائن کے گورنر تھے۔ مگر سادگی کا یہ حال تھا کہ جب بھی آپؓ بازار میں نکلتے تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس شہر کے حاکم ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؓ حسب معمول اپنے سادہ لباس میں بازار آئے۔ ایک شخص نے بازار سے کچھ گھاس خریدی اور آپ کو مزدور سمجھ کر کہنے لگا کہ یہ گھاس میرے گھر تک پہنچا دو۔ آپؓ نے گھاس کا گٹھا سر پر اٹھالیا اور اس کے ساتھ چل پڑے۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ لوگوں نے آپؓ کو پہچان لیا وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور آپؓ سے معافی مانگنے لگا۔ مگر حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ کام اللہ کے لئے کیا ہے۔ اس میں معافی کی کونسی بات ہے۔ آپؓ اپنی پوری تنخواہ فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں پر خرچ کر دیتے تھے اور اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کماتے تھے۔ کھجور کے پتوں کی چٹائیاں بنا کر بازار میں بیچتے تھے اور جو کچھ حاصل ہوتا تھا اس کا تیسرا حصہ خیرات کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپؓ سے ملنے آیا تو آپؓ بیٹھے آٹا گوندھ رہے تھے اس شخص نے حیران ہو کر پوچھا کہ آج آپؓ کا غلام کہاں ہے جو خود آٹا گوندھ رہے ہیں۔ فرمایا کہ غلام کو میں نے کسی کام کے لئے باہر بھیجا ہے۔ اس لئے میں اس کا کام کر رہا ہوں کہ غلام کو دو کام نہ کرنے پڑیں۔ آپؓ دنیا میں مسافروں کی حیثیت سے رہے یہاں تک رہنے کا مستقل مکان تک نہ بنایا۔ لوگ بہت اصرار کرتے تھے کہ ہم آپؓ کے لئے مکان بنا دیتے ہیں مگر آپ ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ آخر کار ایک معتقد نے مختصر سا مکان بنا دیا۔ جس میں آپؓ نے رہنا شروع کیا۔ ایک دفعہ قریش کے ایک سردار ایک جگہ بیٹھ کر اپنے نسب اور خاندان پر فخر کر رہے تھے۔ حضرت سلمانؓ بھی موجود تھے۔ چپ چاپ سنتے رہے۔ جب سب کہہ چکے تو بڑی سادگی سے بولے میں مٹی سے پیدا کیا گیا ہوں اور مٹی میں ہی مل جاؤں گا۔ اگر قیامت کے دن میری نیکیوں کا پلہ بھاری رہا تو میں کریم ہوں گا ورنہ ذلیل۔

راضی برضا

حضرت ابو درداءؓ آپؓ کی شادی کا پیغام لے کر بنی لیث کے قبیلے لیث کی ایک عورت کی خواستگاری کرنے لگے۔ عورت کے وارثوں نے خود حضرت ابو درداءؓ سے اس کی شادی کر دی۔ جب حضرت سلمانؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اپنے دینی بھائی حضرت ابو درداءؓ سے کہنے لگے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں نے آپؓ کو اس عورت کے لئے کیوں بھیجا۔ جس کو خدا نے آپؓ کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ اللہ اکبر! کس قدر خیالات کی بلندی ہے کہ حضرت ابو درداءؓ کی طرف سے نہ دل میں میل نہ ماتھے پر بل۔

اطاعت رسولؐ

حضرت سلمانؓ زندگی کے ہر معاملے میں جناب رسالت مآب ﷺ کی زندگی سے سبق حاصل کرتے تھے اور بھی ایسا کام نہ کرتے تھے جو ان کے خیال میں رسول کریمؐ نے نہ کیا ہو۔ جب آپؓ کی شادی ہوئی اور آپ سسرال گئے تو آپ کو بڑے پر تکلف مکان میں اتارا گیا اور بہت سی لونڈیاں خدمت کے لئے پیش کی گئیں۔ آپؓ نے تکلف کا سارا سامان

اٹھوا دیا اور اپنی بیوی کے سوا جتنی عورتیں تھیں سب کو رخصت کر دیا پہلی ملاقات میں بیوی سے جو بات کی وہ خدا اور رسول کی اطاعت سے متعلق تھی۔

علم دین

جناب رسالت مآبؐ فرمایا کرتے تھے کہ سلمانؓ علم سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا علم چار شخصوں سے حاصل کرو۔ ان چاروں میں ایک حضرت سلمانؓ تھے۔ ایک دفعہ حضرت سلمانؓ کو اپنے دینی بھائی حضرت ابو درداءؓ کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ضرورت سے زیادہ وقت عبادت میں گزار دیتے ہیں کھانے کا وقت آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو درداءؓ نفلی روزہ سے ہیں حضرت سلمانؓ نے اصرار کر کے حضرت ابو درداءؓ کو روزہ افطار کرایا اور اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا۔ رات کو ابو درداءؓ عبادت کے لئے اٹھنے لگے تو حضرت سلمانؓ نے ہاتھ پکڑ لیا جب نماز فجر کا وقت ہوا تو خود جگا کر کہنے لگے اٹھ نماز پڑھو۔ تم پر صرف اللہ ہی کا حق نہیں بلکہ اپنی جان، بیوی، بچے، مہمان سب کا حق ہے۔ یہ معاملہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”سلمان سچ کہتے ہیں اور اے ابو درداء! سلمان تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

اچھی اچھی باتیں

حضرت سلمانؓ چاہتے تھے کہ علم کی جو دولت ان کو حاصل ہوئی ہے وہ ہر شخص کو حاصل ہو جائے۔ اس لئے وہ جس کسی کو ملتے تھے اسے اچھی اچھی باتیں سناتے اور قیمتی نصیحتیں کرتے تھے۔ ان کی چند نصیحتیں درج ذیل ہیں:

1. علم سمندر ہے۔ اس میں کبھی کمی نہیں آسکتی۔
2. عمر بہت کم ہے اور علم بہت زیادہ ہے۔ جتنا علم ضروری ہے اسے حاصل کر و باقی چھوڑ دو۔
3. اگر برائی ظاہر کرتے ہو تو نیکی بھی ظاہر کرو اور اگر برائی چھپ کر کرتے ہو تو نیکی بھی چھپ کر کرو۔
4. خراب باتیں کرنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔
5. جب غصہ آئے تو زبان اور ہاتھ کو قابو میں رکھو۔
6. اگر لوگوں سے تعلق رکھو تو سچی بات کہو اور امانت کو ادا کرتے رہو۔
7. دکھ ہو یا سکھ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو جو سکھ میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور دکھ کے وقت دعا کرتا ہے فرشتے اس کی آواز کو پہچان لیتے ہیں۔
8. پاک جگہ پر رہنے سے انسان پاک نہیں بن جاتا بلکہ خوبی یہ ہے کہ وہ خود پاک ہو۔
9. مال و دولت کی زیادتی، آل اولاد کی کثرت آخرت میں کچھ فائدہ نہ دے گی۔ اس دن علم اور عمل کام آئے گا۔
10. جب کسی کام کا ارادہ کرو، کوئی فیصلہ کرو یا کچھ تقسیم کرو تو اللہ کو یاد رکھو۔

وفات

حضرت سلمانؓ نے بہت لمبی عمر پائی تھی۔ 32 ہجری میں جب کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ تھا شہر مدائن میں انتقال کیا۔ جب وفات کا وقت آیا تو زار و قطار رونے لگے۔ حاضرین میں سے حضرت سعد بن وقاصؓ نے پوچھا کہ آپ کیوں اس طرح رو رہے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ آپؓ سے خوش گئے ہیں اور تھوڑی دیر میں حوض کوثر پر آپؐ سے ملنے والے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جواب دیا۔ میں نہ صرف موت کے خوف سے روتا ہوں نہ دنیا کو چھوڑنے کے غم سے بلکہ اس لیے روتا ہوں کہ میرے پاس دنیا کا بہت سارا سامان جمع ہو گیا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ اپنے جس سامان پر اس قدر رو رہے تھے اس کی مالیت مشکل سے بیس درہم تھی۔ آپؓ نے مشک کا ایک ٹکڑا اپنی بیوی کے پاس رکھا تھا۔ آپ نے بیوی کو بلایا اور حکم دیا کہ اس ٹکڑے کو پانی میں گھول کر میری چارپائی کے اوپر چھڑک دو کیونکہ ابھی میرے پاس کچھ ایسے مہمان آنے والے ہیں جو نہ تو جن ہیں نہ تو انسان ہیں نہ ان کو کوئی دیکھ سکتا ہے۔ بیوی نے ایسا ہی کیا اور سلمان کی خواہش کے مطابق سب لوگ باہر چلے گئے۔ خود حضرت سلمانؓ چپ چاپ لیٹ گئے۔ کچھ دیر کے بعد جب سب لوگ واپس آئے تو دیکھا کہ روح پرواز کر چکی تھی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل کرے۔ آمین

بقیہ: دلچسپ و مفید واقعات و حکایات...... از صفحہ 5

بات بہت بُری محسوس ہوئی اور اُنہوں نے کہا کہ تم کیسی احمقانہ باتیں کرتے ہو۔ مجھے نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں اور نہ مجھے نبی کہنا جائز ہے۔ وہ کہنے لگا آپ خواہ دعوے کریں یا نہ کریں واقعہ یہی ہے کہ آپ نبی ہیں کیونکہ اس قسم کی باتیں سوائے نبی کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ خیر وہ خاموش رہے۔ کچھ دنوں کے بعد سردی کا موسم شروع ہو گیا۔ جس علاقہ میں وہ اُس وقت تھے وہ یوں بھی سرد تھا۔ مگر جب سردی بہت زیادہ تیز ہوگئی تو حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ پانی بھی جم گیا۔

ایک دن وہ ایک حوض کے کنارے بیٹھے تھے سخت سردی پڑ رہی تھی اور پانی جم کر برف بنا ہوا تھا کہ اُنہوں نے اپنے اسی شاگرد سے کہا کہ میاں کپڑے اُتارو اور اس حوض میں کود جاؤ۔ پہلے تو اس نے سمجھا کہ یہ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں چنانچہ کہنے لگا اِس حوض میں اگر کوئی کودے تو وہ یقیناً مر جائے، آپ مجھے مارنا چاہتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا پھر کیا ہوا، میں جو کہتا ہوں کہ کود جاؤ۔ وہ پھر کہنے لگا میں اس حوض میں کس طرح کود سکتا ہوں، اس میں کودوں تو فوراً مر جاؤں۔ وہ کہنے لگے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس حوض میں کود جاؤ۔ جب اس نے سمجھا کہ یہ سچ مچ مجھے کودنے کا حکم دے رہے ہیں تو وہ حیرت سے ان کا منہ دیکھنے لگ گیا اور کہنے لگا کہ کیا آپ پاگل ہو گئے ہیں؟

بوعلی سینا کہنے لگے کہ نالائق تجھے وہ بات بھول گئی کہ تو نے مجھے کہا تھا کہ آپ تو نبی ہیں۔ ارے! تو تو اِس حوض میں کودنے کے لئے تیار نہیں حالانکہ مجھے نبی کہہ چکا ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی وہ تھے جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے حوض میں کود گئے اور اُنہوں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی کہ ان کا کیا انجام ہوگا۔

تو بوعلی سینا ممکن ہے فنِ لیکچراری میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھے ہوئے ہوں، اِسی طرح موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھے ہوئے ہوں اور بوعلی سینا پر ہی کیا منحصر ہے، دُنیا میں ہزاروں لسّان ہیں، ہزاروں کامیاب لیکچرار ہیں، ہزاروں ایسے ہیں جو باتیں کرتے وقت تمام مجلس پر چھا جاتے ہیں مگر کیا اُنہوں نے دُنیا میں کبھی کوئی تغیر پیدا کیا؟ اور کیا ان کے ذریعہ کبھی کوئی سچی قوم بھی پیدا ہوئی؟

دُنیا میں ایسے لوگوں کے ذریعہ کبھی کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔ اِس وجہ سے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں دل سے نہیں کہتے۔ اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول اور ان کے خلفاء اور ان رسولوں کے سچے تابعین جو کچھ کہتے ہیں اپنے دل سے کہتے ہیں اور جب ان کی زبان پر الفاظ جاری ہوتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی ان کا دل غم سے پگھل رہا ہوتا ہے اور وہ ہر لفظ کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعا بھی کرتے جاتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے ان الفاظ کا تو شیریں پھل پیدا کر، ایسا نہ ہو کہ ہم بے مراد اور بے ثمر رہیں۔

اِس لئے ان کی باتوں میں برکت ہوتی ہے اور جب ان کی زبان سے الفاظ نکل رہے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُن کے ساتھ دوڑتے چلے جاتے ہیں اور وہ کانوں کے راستے ان الفاظ کو لوگوں کے قلوب میں بٹھا دیتے ہیں یہاں تک کہ آہستہ آہستہ دُنیا میں ایک نہایت خوشگوار تغیر رونما ہو جاتا ہے۔ مگر اپنے زمانہ میں لوگ ان کے متعلق یہی سمجھتے ہیں کہ وہ کوئی بڑے خطیب نہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بعض دفعہ عربوں کے وفد آتے اور وہ آ کر کہتے کہ لسّانی میں ہمارا مقابلہ کر لیا جائے۔ گویا وہ خیال کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دعویٰ ہے کہ میں بڑا لسّان اور ادیب ہوں۔ حالانکہ آپ کا یہ دعوے نہ تھا بلکہ آپ کا دعویٰ یہ تھا کہ میں خدا تعالیٰ کا ایک پیغامبر ہوں۔ پس اِس قسم کے آدمیوں کا جمع ہونا، ان کا مشوروں میں شامل ہونا اور آئندہ کے متعلق ان کا تدابیر سوچنا مفید ثابت نہیں ہو سکتا جو محض لسّان اور لیکچرار ہوں اور جن کے دل تقویٰ و طہارت اور روحانیت سے خالی ہوں۔

بلکہ ایسے ہی لوگ مفید ہو سکتے ہیں جو نیک اور پاک ہوں، اور وہی تدابیر سلسلہ کے لئے مفید ہو سکتی ہیں جن کے ساتھ دل کا خون شامل ہو۔ جن تدابیر کے ساتھ مومن کے دل کا خون شامل نہیں اور جن مشوروں کے ساتھ مومن کی عاجزانہ دعائیں شامل نہیں وہ تدابیر اور مشورے دین کے لئے مفید نہیں ہو سکتے۔

(خطابات شوریٰ جلد 2 صفحہ 436-438)

مہاراج دہلی سے آئے ہیں

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کے دربار میں دہلی کا ایک طبیب آیا اور ان کے وزیر فقیر عزیز الدین سے مل کر اصرار کیا کہ مجھے مہاراجہ کے پیش کر دیا جائے۔

وہ شریف آدمی تھے اِس لئے انکار بھی نہ کر سکتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان کی وزارت طب ہی کی وجہ سے ہے۔ اُنہوں نے اسے مہاراجہ کے پیش تو کر دیا مگر ساتھ کہا کہ مہاراج! یہ دہلی سے آئے ہیں، طب خوب پڑھ چکے ہیں اور حضور کے طفیل اب ان کو تجربہ بھی ہو جائے گا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ تھے تو اَن پڑھ مگر ذہین بہت تھے فوراً سمجھ گئے اور کہا کہ تجربہ کے لئے غریب رنجیت سنگھ کی جان ہی نظر آتی ہے؟ اسے کچھ انعام دیا اور رخصت کر دیا۔

(خطابات شوریٰ جلد 2 صفحہ 441)

احتشام فرخ

انسانی ارتقاء کا قرآنی تصور

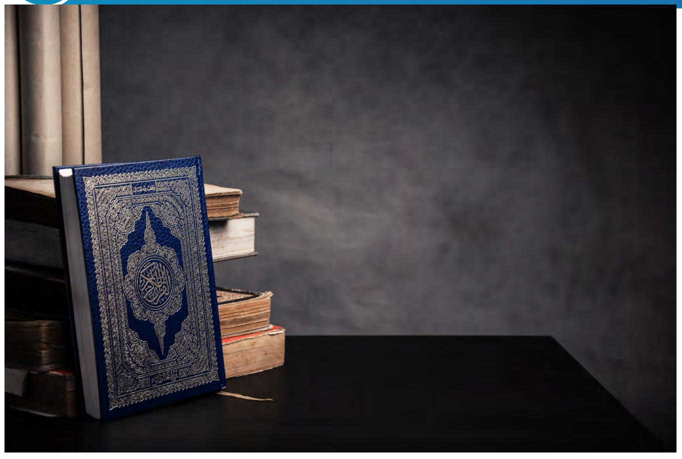

قرآن کریم کے مطابق زندگی کا ارتقاء الٰہی ارادہ اور ہدایت الٰہی کا نتیجہ ہے۔قرآن کریم اعلان کرتا ہے کہ ہم آہنگی اور پیچیدگی جو کہ تخلیق میں پائی جاتی ہے وہ اپنی مرضی سے اور اپنے آپ نہیں ہوسکتی اس کے لیے ضروری ہے کہ کوئی بالا تر طاقت ہو جو کہ خدا کی طاقت ہے۔اس کے برعکس جدید نظریہ ارتقاء اس بات کی طرف لانا چاہتا ہے کہ زندگی کی بقاء اور اس کی پیچیدگی محض حادثاتی تغیرات سے ہوئی ہے۔یہ بس ان کا دعویٰ ہے اس کی دلیل اور ثبوت ان کے پاس کوئی نہیں ہے ابھی تک یہ بتانے میں ناکام ہیں کہ زندگی پیدا کیسے ہوئی اور حادثات زندگی کو پیچیدگی اور ہم آہنگی کی طرف کیسے لے جاسکتے ہیں۔

زندگی کا ارتقاء خدائی مرضی یا قدرتی انتخاب

قرآن کریم مانتا ہے اور بیان بھی کرتا ہے کہ زندگی ارتقاء کا نتیجہ ہے لیکن یہ ارتقاء اندھا یا بے ترتیب نہیں ہے بلکہ ارتقاء الٰہی ہاتھ سے کنٹرول کیا گیا ہے اور یہی الٰہی ہاتھ زندگی کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ زندگی میں ہونے والی تمام تبدیلیوں اور پیچیدگیوں کو عمل میں لانے والا ہے اور اسی الٰہی ہاتھ اور خدائی طاقت اور ارادے سے زندگی کا آغاز ہوا۔تاہم جدید حیاتیات جو کہ ڈارون کے نظریہ ارتقاء پر مبنی ہے ارتقاء کو محض قدرتی انتخاب کے اصول سے منسوب کرتی ہے۔اس اصول کے مطابق انسان، جانور اور تمام پودے محض قدرتی حادثات سے تیار ہوئے اور انسانی جسم کا ارتقاء محض اربوں سالوں میں پھیلے ہوئے خود کار قدرتی عمل کا نتیجہ ہے۔اس بے حد طویل عمل میں انسان بغیر کسی خدائی مدد اور رہنمائی اور بغیر کسی مقصد کے یک خلوی جاندار سے ارتقاء پذیر ہوا۔قدرتی انتخاب کا تصور ڈارون کے نظریہ ارتقار پر مبنی ہے۔قرآن کریم کے برعکس اس قدرتی انتخاب کے خیال نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ تمام کائنات ایک سب سے زیادہ ذہین دماغ کے ذریعے بنائی گئی ہے اور چلائی جارہی ہے اور یہ ذہین دماغ خدا تعالیٰ کا دماغ اور خدائی ہاتھ ہے۔

قرآنی تصور اور اس فطری انتخاب کے نظریہ میں ایک اور فرق

قرآن کریم کی تعلیمات اور اس فطری انتخاب کے نظریہ میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ یہ قدرتی انتخاب بتاتا ہے کہ انسان اور بندر ایک ہی آباؤاجداد سے تیار ہوئے ہیں۔اسی منطق کی پیروی کرتے ہوئے جدید علوم حیاتیات انسان کو بندر کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ حالت مانتے ہیں اور بندروں کو انسان کے سب سے حالیہ حالت اجداد مانتے ہیں۔اس کے بالکل برعکس قرآن کریم ایک مشترکہ آباؤ اجداد کا خیال پیش نہیں کرتا اور اسی طرح بندر کو انسانی ارتقائی سلسلہ کا حصہ نہیں مانتا۔

فطری (قدرتی) انتخاب

فطری انتخاب کا مطلب یہ ہے کہ خدائی مرضی نے نہیں بلکہ قدرت نے خود ارتقاء کی رہنمائی کی ہے

فطری انتخاب کی تین شرائط

نیو ڈارون کے مطابق قدرتی انتخاب ہونے سے پہلے تین شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے۔پہلی شرط تولید ہے یعنی اولاد کا ہونا ضروری ہے۔دوم میوٹیشن (زندہ اجسام میں ڈی این اے کی ساخت میں اچانک تبدیلیاں ہونا) کی وجہ سے اولاد کو والدین سے مختلف ہونا چاہیے۔خواہ نہ ہونے کے برابر ہو۔تیسری شرط اولاد میں حادثاتی تغیر کو آخر کار زندہ رہنے اور مزید تولید کرنے کی صلاحیت میں فرق پیدا کرنا چاہے۔

(Charles worth Deberah and Brian,(2003)Evolution orbert Uni press7)

مندرجہ بالا تین شرائط کا مظاہرہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

اول شرط کے مطابق بندر اولاد تو پیدا کرسکتا ہے مگر بندر انسانی اولاد کو جنم نہیں دے سکتا۔اس کی اولاد ہوسکتی ہے جو قدرے انسان جیسی ہو بعد میں یہ انسان نما بندر ایک ایسی اولاد کو جنم دے گا جو اپنے والدین کی نسبت زیادہ انسانوں سے ملتی جلتی ہوگی۔کافی وقت دیئے جانے پر بندر کے آباؤ اجداد کو انسانی نسل سے جوڑنے والے بہت سے چھوٹے اقدامات کا ایک سلسلہ ہوسکتا ہے قدرتی انتخاب کے یہ تین عناصر ایک ایسا طریقہ کار فراہم کرتے ہیں جس کے ذریعہ چیزیں بغیر کسی بیرونی ذریعہ یا مدد کے ڈیزائن بدل سکتی ہیں۔مثال کے طور پر ایک گھڑی ساز اس گھڑی کا منصوبہ بناتا ہے جو وہ شروع کرنے سے پہلے بنائے گا۔دوسری طرف قدرتی انتخاب حیاتیات میں معمولی تبدیلیاں لاتا ہے جس کا کوئی خاص انجام نظر نہیں آتا۔ایک طویل عرصے میں یہ بہت سی چھوٹی تبدیلیاں آخر کار بندر کو انسان میں تبدیل کرسکتی ہے۔

ڈارون کے نظریہ اور جدید حیاتیات کے ماہرین کے نظریہ میں ایک اختلاف

ڈارون کے نظریہ کے مطابق جانوروں میں ہونے والی تبدیلیاں ان کے ماحول میں ہونے والے تغیرات کی وجہ سے ہے ہیں یعنی جیسا ماحول ویسے ہی اس ماحول کے مطابق جانداروں کے اجسام میں تغیرات ہوئے۔اس کے برعکس حیاتیات کے ماہرین کے مطابق جانداروں کے اندر ہی ہونے والے تغیرات ہی ارتقاء کی بنیاد ہیں۔

اس کی مثال ایسے ہے کہ ڈارون کے مطابق زرافہ کی لمبی گردن اس کے ماحول میں اونچے اونچے درخت ہونے کی وجہ سے ہے جبکہ حیاتیات کے ماہرین کے مطابق چھوٹی گردن والے جانوروں میں ہونے والی تبدیلیاں ہی لمبی گردن ہونے کی باعث ہیں۔

ڈارون کی نظریہ ارتقاء کی تاریخ

قدرتی انتخاب کے اصول کو چارلس ڈارون نے اپنی مشہور کتاب میں پوری طرح واضح کیا تھا۔ڈارون کی مشہور کتاب

On the Origin of Species

1889ء میں شائع ہوئی۔اس نے یہ کتاب اپنی جنوبی امریکہ میں کی جانے والی تحقیقات کی بناء پر لکھی۔اس نے اس سفر میں مختلف جانوروں، پودوں، فوسلز اور معدوم جانوروں کے کو فوسلز پر دریافتیں کیں۔ان معدوم جانوروں کی کچھ نشانیاں زندہ بچ جانے والے جانوروں میں پائیں۔ان معدوم ہونے والے اور زندہ بچ جانے والے جانوروں میں مماثلتیں دیکھ کر اس کی توجہ ان سوالوں کی طرف ہوئی۔

جانور معدوم کیوں ہو جاتے ہیں؟

زندہ بچ جانے والے اور معدوم ہونے والے جانوروں میں مماثلت کیوں ہے؟

ڈارون سے پہلے کے زمانے میں ارتقاء کا تصور نمایاں تھا۔تاہم یہ غیر یقینی تھا کہ ارتقاء کا عمل کیسے ہوا۔ڈارون نے ارتقاء کے عمل کی وضاحت کے لیے قدرتی انتخاب کا نظریہ پیش کیا۔اس کے نتائج جو کہ حیاتیات کی دنیا میں کم و بیش قبول کیے جاتے تھے۔وہ یہ ہیں کہ ارتقاء زمانہ کے آغاز سے ہورہا ہے اور آج بھی جاری ہے۔انسانی ارتقاء کا ایک تصور یہ بھی ہے

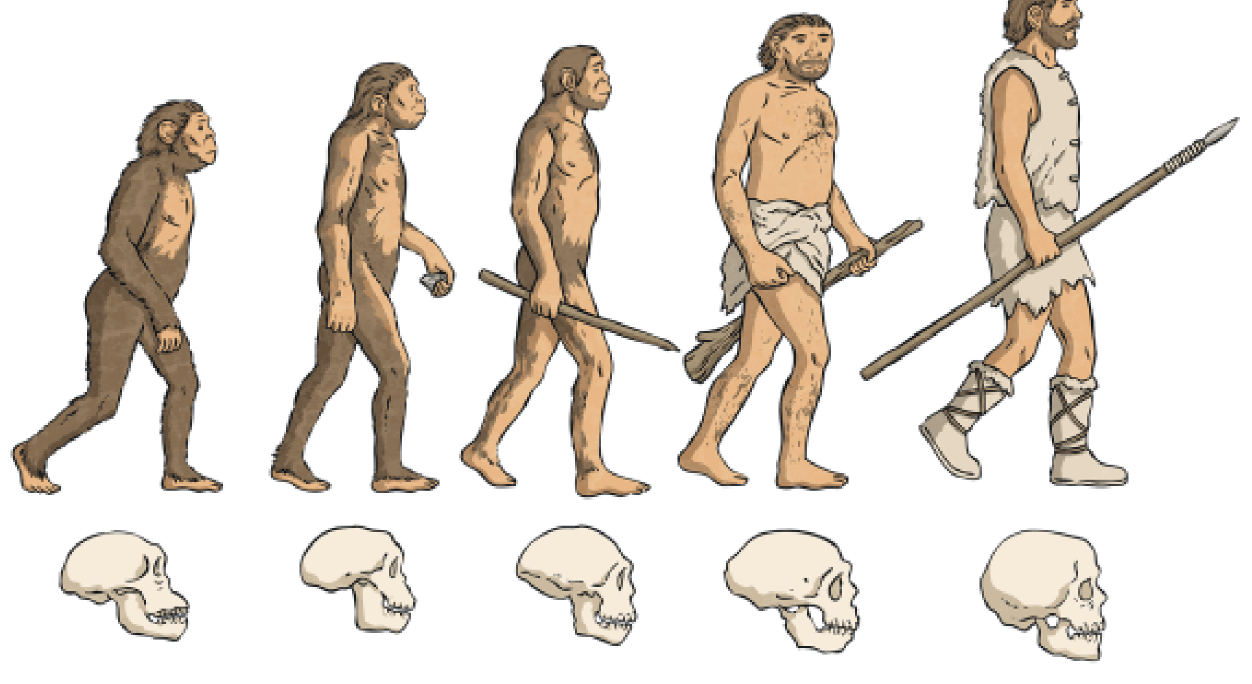

کہ انسان بونی مچھلی کی اولاد ہیں۔ جو کہ چار سو ملین سال پہلے سمندروں میں پہلی بار نمودار ہوئی تھی۔ اپنی ہڈیوں کے پنکھوں کا استعمال کرتے ہوئے یہ مچھلیاں سمندر سے باہر نکلیں اور آہستہ آہستہ زمین پر زندہ رہنے کے لیے ڈھل گئیں۔ یہ ہڈیوں والی مچھلی 370 ملین سال پہلے زمین پر رہنے والے تمام ایمفیبینز، رینگنے والے جانوروں اور پرندوں کی آباؤ اجداد تھیں۔ جب کچھ رینگنے والے جانور پرندوں میں تبدیل ہوئے تو اگلی دو ٹانگیں آہستہ آہستہ پنکھ بن گئیں۔ دیگر رینگنے والے جانور چار ٹانگوں والے جانوروں میں تبدیل ہوئے۔ انسانوں میں اگلی ٹانگیں بازوؤں میں تبدیل ہوئیں۔ وہیل مچھلی میں یہ سب اعضاء غائب ہو چکے ہیں بندر 35 ملین سال پہلے نمودار ہوئے اور جنگلوں میں درختوں پر رہتے تھے۔ قدرتی انتخاب کے مطابق کچھ غیر یقینی وجوہات کی بنیاد پر بندر کے ایک مخصوص گروہ کو تقریباً پچاس لاکھ سال پہلے جنگل سے نکال دیا گیا تھا۔ بالآخر اس جلاوطن بندر نے سیدھا چلنا سیکھ لیا اور آہستہ آہستہ انسان بن گیا۔

مسئلہ ارتقاء اور قرآنی کتب خانہ

پھر نیچرل ہسٹری والے بیان کرتے ہیں کہ انسان بندر سے بنا ہے۔ چنانچہ ڈارون نے اس تھیوری کو پیش کیا کہ پہلے دنیا میں چھوٹے جانور بنے پھر اس سے بڑے جانور بنے پھر ان جانوروں میں سے کسی جانور سے ترقی کر کے انسان بنا مگر وہ جانور جس سے انسان بنا اب ملتا نہیں، ہاں اتنا پتہ چلتا ہے کہ اس جانور کی اعلیٰ قسم بندر ہے۔ گویا اس کے نزدیک انسانی ارتقاء بندروں کی قسم کے ایک جانور سے ہوا ہے۔ مگر بعض دوسرے محققین کہتے ہیں کہ گو انسان نے ارتقائی قانون کے ماتحت ہی ترقی کی ہے مگر وہ حیوانات کی نسل سے بہت پہلے جدا ہو چکا تھا اور اسی وقت سے آزادانہ ترقی کر رہا ہے۔ چونکہ دنیا اس بارہ میں صحیح علم کی سخت محتاج تھی اس لئے قرآنی کتب خانہ نے اس اہم موضوع کے متعلق بھی روشنی ڈالی اور فرمایا کہ

مَا لَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا ﴿۱۴﴾ وَقَدۡ خَلَقَکُمۡ اَطۡوَارًا ﴿۱۵﴾

(نوح: 14-15)

یعنی اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے متعلق وقار کا خیال نہیں رکھتے۔ وقار کے معنی عام طور پر سنجیدگی کے سمجھے جاتے ہیں حالانکہ وقار کے معنی ہوتے ہیں حکمت کے ساتھ کام کرنا پس مَا لَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا کے یہ معنی ہیں تمہیں کیا ہو گیا کہ تم خدا تعالیٰ کے متعلق یہ خیال کرتے ہو کہ وہ یونہی بغیر حکمت کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ ہر کام حکمت کے ساتھ کرتا وَقَدۡ خَلَقَکُمۡ اَطۡوَارًا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے تم کو درجہ بدرجہ مختلف تبدیلیوں میں سے گزارتے ہوئے پیدا کیا ہے تاکہ تمہاری پیدائش میں کوئی نقص نہ رہے اگر وہ بغیر کسی حکمت کے کام کرتا تو مختلف دوروں سے وہ انسان کو کیوں گزارتا وہ اُسے یک دم پیدا کر دیتا مگر اس نے انسان کو یک دم پیدا نہیں کیا بلکہ قدم بقدم کئی دوروں میں سے گزارتے ہوئے پیدا کیا ہے۔ کبھی اُس پر عدم کا دور تھا، کبھی ایک وجود تو تھا مگر بغیر دماغ کے، کبھی نطفہ سے اُس کی پیدائش ہونے لگی اور پھر آخر میں اُس پر وہ دور آیا جبکہ اُس کا دماغ کامل ہو گیا اور وہ صحیح معنوں میں انسان کہلانے لگ گیا۔

(سیر روحانی صفحہ 779)

انسانی پیدائش اور اس کے ادوار، چار مراحل

قرآن پاک کے مطابق خدا تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ مرحلہ وار تخلیق کرتا ہے انسانوں کو بھی مراحل میں بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق بھی مرحلہ وار اور آہستہ آہستہ کی اور فرمایا اس میں حکمت تھی اگر انسان کی تخلیق یک دم ہو جاتی تو اس میں بہت سے نقص رہ جاتے۔ خدا تعالیٰ ان مراحل کی مکمل تفصیل کو پیش نہیں کرتا لیکن ایسے اصول پیش کرتا ہے جو انسانوں کے ارتقاء کے چار بڑے مراحل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پہلے مرحلہ میں انسان بے جان مادہ تھا۔ دوسرے مرحلے میں انسان جسمانی طور پر انسان تھا مگر ذہنی طور پر جانوروں کے درجے پر تھا۔ تیسرے مرحلے میں انسان نے سوچنے کی صلاحیتیں پیدا کیں۔ آخری مرحلے میں انسانوں نے ایک معاشرے کے طور پر اپنا وجود دیکھا۔

چنانچہ قرآن کریم انسانی ارتقاء کے بارے میں بات کرتا ہے مادے سے ذہن تک کے مراحل میں۔ یہ ارتقاء ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ تک ہوا اور الٰہی مرضی اور خدائی ہاتھ سے ہوا۔ نہ کہ اپنے آپ۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نَحۡنُ خَلَقۡنٰکُمۡ فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ ﴿۵۸﴾ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تُمۡنُوۡنَ ﴿۵۹﴾ ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَہٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿۶۰﴾

(الواقعۃ: 58-60)

پیدائش انسانی کے متعلق عام قرآنی اصول

پھر عام اصول پیدائش کا قرآن کریم نے یہ بتایا کہ

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الۡمُنۡتَہٰی ﴿۴۳﴾ وَاَنَّہٗ ہُوَ اَضۡحَکَ وَاَبۡکٰی ﴿۴۴﴾ وَاَنَّہٗ ہُوَ اَمَاتَ وَاَحۡیَا ﴿۴۵﴾ وَاَنَّہٗ خَلَقَ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰی ﴿۴۶﴾ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اِذَا تُمۡنٰی ﴿۴۷﴾ وَاَنَّ عَلَیۡہِ النَّشۡاَۃَ الۡاُخۡرٰی ﴿۴۸﴾

(النجم: 43-48)

کہ دیکھو تمہاری ابتداء خدا سے ہوئی اور تمہاری انتہاء بھی خدا تک جاتی ہے۔ تمہاری حالت ایسی ہی ہے جیسے قوس کے درمیان وتر ہوتا ہے جس طرح کمان کو خم دے دیا جائے۔ تو اس کے دونوں اطراف آپس میں مل جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر تم اپنی پیدائش کی طرف چلتے چلے جاؤ اور دیکھو کہ تم کس طرح پیدا ہوئے تو تمہیں ایک خدا اس تمام خلق کے پیچھے نظر آئے گا اور اگر تم دیکھو کہ مرنے کے بعد انسان کہاں جاتا ہے۔ تو وہاں بھی تمہیں خدا ہی دکھائی دے گا، گویا انسان کی پیدائش بھی خدا تعالیٰ سے شروع ہوتی ہے اور اس کی انتہاء بھی خدا تعالیٰ پر ہے اور باریک در باریک ہوتے ہوئے آخر خدا تعالیٰ پر سبب اولیٰ ختم ہو جاتا ہے۔ یہ اوپر کی آیات جو میں نے پڑھی ہیں ان سے یہ نتائج نکلتے ہیں کہ:

1. انسان مادہ ازلی نہیں ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے ہاتھوں سے پیدا کیا گیا ہے۔
2. دوسرے یہ کہ انسان کی پیدائش ارتقاء سے ہوئی ہے یہ نہیں ہوا کہ وہ یکدم پیدا ہو گیا۔
3. تیسرے یہ کہ انسان، انسان کی حیثیت سے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ بندروں کی کسی قسم سے ترقی کر کے انسان بنا جیسا کہ ڈارون کہتا ہے۔
4. چوتھے یہ کہ پہلے وہ جمادی دور سے گزرا ہے یعنی ایسی حالت سے جو جمادات والی حالت تھی۔
5. پانچویں یہ کہ اس کے بعد وہ حیوانی حالت میں آیا جب کہ اس میں زندگی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن ابھی اس میں عقل پیدا نہ ہوئی تھی وہ جانوروں کی طرح چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا تھا۔
6. اس کے بعد اس میں عقل پیدا ہوئی اور وہ حیوان ناطق ہو گیا مگر ابھی چونکہ اس میں کچھ کسر باقی تھی اس لیے پھر
7. اُس نے اور زیادہ ترقی کی اور وہ اس حالت سے بڑھ کر متمدن انسان ہو گیا جس کا اشارہ اللہ تعالیٰ نے ثم جعلکم ازواجاً میں کیا ہے۔ یعنی انفرادی ترقی کی جگہ نظام اور قانون کی ترقی نے لے لی اور پارٹی سسٹم شروع ہو گیا اور اب بجائے اس کے کہ ہر انسان الگ الگ کام کرتا جیسے بندر اور سؤر اور کتے وغیرہ کرتے ہیں۔ انسان نے مل کر کام کرنا شروع کر دیا اور قانون کی ترقی شروع ہوئی۔

یہ چار بڑے بڑے دور ہیں جو قرآن کریم سے معلوم ہوتے ہیں یعنی:

1. جمادی دور
2. حیوانی دور
3. عقل کا دور اور
4. متمدن انسان کا دور

اس تمہید کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انسانی دور دراصل وہی کہلا سکتا ہے جب کہ بشر نے عقل حاصل کر لی جب تک اسے عقل حاصل نہیں تھی وہ ایک حیوان تھا۔ گو خدا کے مدنظر یہی تھا کہ وہ اسے ایک باشعور اور متمدن انسان بنائے۔ مگر بہر حال جب تک اس میں عقل نہیں تھی وہ انسان نہیں کہلا سکتا تھا۔ اُس وقت اس کی ایسی ہی حالت تھی جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے۔ اب ماں کے پیٹ میں جب بچہ ہوتا ہے تو وہ انسانی بچہ ہی ہوتا ہے کتا نہیں ہوتا مگر چونکہ اس میں ابھی بہت کچھ کمزوری ہوتی ہے اس لئے وہ کامل انسان بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح انہیں انسانی شکل تو حاصل تھی مگر انسانیت کے کمالات انہوں نے حاصل نہیں کیے تھے اور نہ ابھی تک ان میں عقل پیدا ہوئی تھی۔ انسان کہلانے کا وہ اسی وقت مستحق تھا جب کہ اس نے عقل حاصل کی، لیکن اس دور کو بھی حقیقی معنوں میں دور انسانیت نہیں کہا جا سکتا کیونکہ انسان کی کامل خصوصیت عقل نہیں بلکہ نظام اور قانون کے ماتحت زندگی بسر کرنا ہے اور یہی انسانی پیدائش کا مقصود ہے اسی لئے میں اصطلاحاً عقل والے دور کو بشری دور اول کہوں گا اور نظام والے دور کو انسانی دور کہوں گا۔ یعنی پہلے دور میں وہ صرف بشر تھا اور دوسرے دور میں بشر و انسان دونوں اس کے نام تھے۔

(سیر روحانی صفحہ 24-25)

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

ایڈیٹر کے نام خط

• **مکرمہ سعدیہ طارق لکھتی ہیں:**

مؤرخہ 15/ نومبر 2022ء کے شمارے کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ الحمدللہ! ذرا بھی بوریت یا تھکاوٹ کا احساس نہیں ہوا۔ روحانی سانچہ تو آپ نے کمال کا بنایا ہے۔ ہر بات سانچے کی مناسبت سے اس میں فٹ کر دی ہے ماشاءاللہ۔ وقف زندگی کا مضمون بھی بہترین ہے۔ پھر Historic Past and Dynamic Future والا اداریہ بھی بہت شاندار لکھا ہے۔ سید شمشاد ناصر صاحب کے مضامین بھی بہت دلچسپ ہوتے ہیں۔ تفسیر کبیر پر جو مضمون آ رہا ہے وہ بھی بہت اچھا سلسلہ ہے۔ کل کے اخبار میں ایک چھوٹا سا مضمون گوجرہ کے مفتی صاحب والا بھی بہت دلچسپ تھا۔

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے اندر قناعت پیدا کرو

سوال: کچھ کووِڈ کی وجہ سے اور کچھ موجودہ مالی بحران کی وجہ سے بڑھتی ہوئی مہنگائی کے زیر اثر بہت سے لوگ مالی کمزوری کا شکار ہو رہے ہیں اور اقتصادی طور پر پریشانیاں اور بے چینیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ ایسے میں آپ ہمیں کیا نصیحت فرمائیں گے اور نوجوان نسل کو آپ ان حالات سے نمٹنے کے لیے کیا لائحہ عمل دیں گے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ’’یہ تو ساری دنیا کے حالات ایسے ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ اپنے اندر قناعت پیدا کرو۔ اگر قناعت پیدا ہو جائے تو جو فضول خرچیاں ہیں، غلط قسم کی خواہشات ہیں ان میں کمی آ جاتی ہے۔ اب اگر ایک عورت کہتی ہے کہ میں نے جو میک اپ کا سامان ہے وہ فلاں جگہ کا، مہنگا ترین، ہی لینا ہے یا میں نے کپڑے پہننے ہیں تو فلاں ڈیزائنر کے ہی کپڑے پہننے ہیں اور اس پر خرچ کرنا ہے، تو ظاہر ہے بے چینیاں پیدا ہوں گی۔ لیکن اگر قناعت ہے۔ تو پھر جو بھی ہے اس میں گزارہ کرنا ہے تو خود ہی احساس پیدا ہو جائے گا۔ دنیا میں ہر جگہ اب یہ گیس کی کمی ہونے والی ہے۔ fuel کی مہنگائی ہوگئی ہے اور مزید ہو گی اور اس میں کمی بھی ہو گی۔ تو اس سے قیمتوں میں باقی چیزوں پر بھی اثر ہو گا۔ یہ صرف احمدی عورتوں کا سوال نہیں ہے بلکہ یہ دنیا کے ہر شخص کا سوال ہے۔ تو اسی طرح اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنا ہو گا۔ جو دین سے تعلق رکھنے والے ہیں تو وہ پھر دنیاوی لالچ میں نہیں ڈوبتے۔ آپ لوگوں نے تو دنیا کو گائیڈ کرنا ہے کہ بجائے اس کے کہ دنیا کے لالچ کے پیچھے پڑ کر ایک دوسرے کے حقوق کو مارو، حقوق غصب کرو، چوریاں کرو اور ڈاکے ڈالو یا قتل و غارت کرو یا ملک میں یا حکومتوں کے خلاف فساد پیدا کرو یا جلوس نکالو، اپنے اندر قناعت پیدا کرو اور کم سے کم خرچ میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو۔ یہ احمدی اپنی تربیت اس طرح کر لیں گے تو باقی دنیا کی بھی تربیت کر سکیں گے۔ اس کے لیے تو ایک مستقل کوشش ہے۔ اپنے حالات کے مطابق وہاں ایک لائحہ عمل بنائیں۔ ایک عمومی لائحہ عمل تو میں کئی دفعہ دے چکا ہوں کہ قناعت پیدا کریں، اپنے دین سے تعلق پیدا کریں۔ تو جو دنیاوی خواہشات ہیں وہ کم ہو جاتی ہیں۔ ورنہ دنیاوی خواہشات تو کبھی کم ہو ہی نہیں سکتیں، بڑھتی چلی جائیں گی۔ یہ تو ایسی بیماری ہے جس طرح کھجلی کی، سکِن کی بیماری ہوتی ہے۔ انسان کھجلتا رہتا ہے اور اس کو مزا آتا رہتا ہے اور پھر اپنے آپ پر زخم ڈال لیتا ہے۔ یہ تو بالآخر پھر اپنے آپ کو زخمی کرنے والی بات ہو گی۔ اس لیے قناعت، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نمازوں کی طرف توجہ کرو، تو خود ہی ساری چیزیں ٹھیک ہو جائیں گی۔ اللہ سے تعلق پیدا کر لیں، باقی بیماریاں خود ہی دور ہو جائیں گی۔‘‘

(This Week with Huzoor مؤرخہ 9/ ستمبر 2022ء مطبوعہ الفضل آن لائن 22/ نومبر 2022ء)

فقہی کارنر

لائف انشورنس

ایک دوست کا خط حضرت اقدس (مسیح موعودؑ) کی خدمت میں پیش ہوا جس میں لکھا تھا کہ مارچ 1900ء میں، مَیں نے اپنی زندگی کا بیمہ واسطے دو ہزار روپے کے کرایا تھا۔ شرائط یہ تھیں کہ اس تاریخ سے تا مرگ میں چھیالیس روپے سالانہ بطور چندہ کے ادا کرتا رہوں گا۔ تب دو ہزار روپیہ بعد مرگ کے میرے وارثان کو ملے گا اور زندگی میں یہ روپیہ لینے کے حقدار نہ ہوں گا۔ اب تک میں نے تقریباً مبلغ چھ سو روپیہ کے بیمہ کرنے والی کمپنی کو دے دیا ہے۔ اب اگر میں اس بیمہ کو توڑ دوں تو بموجب شرائط اس کمپنی کے صرف تیسرے حصہ کا حقدار ہوں یعنی دو صد روپیہ ملے گا اور باقی چار صد روپیہ ضائع جائے گا۔ مگر چونکہ میں نے آپ کے ہاتھ پر اس شرط کی بیعت کی ہوئی ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اس واسطے بعد اس مسئلہ کے معلوم ہو جانے کے میں ایسی حرکت کا مرتکب ہونا نہیں چاہتا جو خدا اور اس کے رسول کے احکام کے بر خلاف ہو اور آپ حَکَم اور عدل ہیں، اس واسطے نہایت عجز سے ملتجی ہوں کہ جیسا مناسب حکم ہو صادر فرمایا جاوے تا کہ اس کی تعمیل کی جاوے

اس کے جواب میں (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے فرمایا:

زندگی کا بیمہ جس طرح رائج ہے اور سنا جاتا ہے اس کے جواز کی ہم کوئی صورت بظاہر نہیں دیکھتے کیونکہ یہ ایک قمار بازی ہے۔ اگرچہ بہت سا روپیہ خرچ کر چکے ہیں لیکن اگر وہ جاری رکھیں گے تو یہ روپیہ اُن سے اور بھی زیادہ گناہ کرائے گا۔ اُن کو چاہئے کہ آئندہ زندگی، گناہ سے بچنے کے واسطے اس کو ترک کر دیویں اور جتنا روپیہ اب مل سکتا ہے واپس لے لیں۔

(بدر 9/ اپریل 1908ء صفحہ 3)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

مومن کو تعلیمات کا اطلاق اپنے آپ سے کرنا چاہئے

دعوت الی اللہ سب سے قبل اپنے نفس سے شروع کی جائے۔ اپنی زمین کو سب سے پہلے زرخیز بنایا جائے۔ اپنی زمین کی فصل کو سب سے پہلے قرآن، احادیث اور سنت رسولؐ کے پاک صاف پانی سے سیراب کیا جائے۔ ہر اسلامی خلق کے زیور کو سب سے پہلے خود پہنے اس سے اپنے آپ کو خوبصورت بنائے اور آراستہ کرے پھر اس اسلامی پانی سے اپنی پکار اور اپنے عمل سے اپنے قریبی عزیز و اقارب، دوستوں اور احباب جماعت کو آراستہ کرے۔ گویا خود جزیرہ سے ملتی جلتی ہیئت یعنی شکل بنائے اور اپنے اعمال صالحہ سے اور بھی جزیرہ نما پیدا کرے۔ یہاں تک کہ ہر غیر یہ کہہ اٹھے کہ یہ تو ایک احمدی ہے ایسا جزیرہ ہے جو ہم سے الگ تھلگ ہماری روایات و بدعات سے کٹی ہوئی پاک صاف شے ہے جس کا ہمارے معاشرے کے رنگ و بو سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا اپنے اللہ سے تعلق ہے۔ اسے دیکھیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق نظر آتے ہیں۔ اس کی چال ڈھال اسلامی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے کوئی اجنبی سا ہو۔

(اداریہ: ایک احمدی آلائشوں اور کثافتوں سے پاک جزیرہ ہے
الفضل آن لائن لندن 24/ دسمبر 2019ء)

مرسلہ: ذیشان محمود۔ سیرالیون

طلوع وغروب آفتاب

26/ نومبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:18	17:37
مدینہ منورہ		05:23	17:33
قادیان		05:41	17:25
ربوہ		05:20	17:05
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:08	16:03